رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہ با در قادیان بینی۔ دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

(ایڈیٹر) شیخ یعقوب علی تراب

نمبر ۲۴ | قادیان دار الامان ۳۰ جون ۱۹۰۱ء عیسوی | جلد ۵

کلمات طیبات امام الزمان مسیح الرحمان

حضرت اقدس کی ایک تقریر

اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ جب تم دنیا سے بالکل انقطاع کر کے اسکی طرف آجاؤ گے وہ خود تمہارا متولی اور متکفل ہو جائیگا جو آدمی تبتل تام نہیں کرتا بلکہ کچھ رو بدنیا رہتا ہے اور کسی قدر رو بہ خدا ہی رہتا ہے وہ کبھی بھی مقصود اصلی کو حاصل نہیں کر سکتا اسے نہ دین کی عزت مل سکتی ہے نہ دنیا کی" خدا تعالیٰ تم سے یہ چاہتا ہے کہ تم پورے **مسلمان** ہو۔ مسلمان کا لفظ ہی دلالت کرتا ہے کہ انقطاع کلی ہو اللہ تعالے نے مسلمان کو مسلمان پیدا کر کے لاانتہا فضل کئے ہیں۔ بشرطیکہ وہ غور کرے اور سمجھے ایک ہندو سے رام چندر کے خدا ہونے یا خدا تعالے کے خالق ہونے پہ بحث کرو اس وقت تمہیں ایک لذت اور سرور آئیگا کہ تمہارا خدا کیسا قادر مطلق۔ محی۔ ممیت۔ خالق کل شئی خدا ہے اور بر خلاف اس کے جنہوں نے رام چندر جیسے کھانے پینے کے محتاج انسان کو خدا بنایا ہی جب یہ کہیں گے کہ اس کی **بیوی** کو راون نکال کر لے گیا تو کس قدر شرم اس خدا کے ماننے والوں کو دامنگیر ہوگی کہ عجیب خدا ہے جو اپنی بیوی کی بھی حفاظت نہیں کر سکا ایسا ہی آریا جب اپنے خدا کی یہ صفت مخالف سے سنیگا کہ اس نے ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کیا اور وہ اپنے کسی بڑے سے بڑے پریمی اور بھگت کو بھی کبھی نجات نہیں دے سکتا یا اس نے ایسی شریعت انسانوں کے لئے بنائی کہ ایک مرد اپنی بیوی کو اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسرے مرد سے اولاد پیدا کرنے کیواسطے ہم بستری کی اجازت دے سکتا ہے تو اُسے کیا شرمندہ ہونا پڑے گا اگر اس میں غیرت۔ اور حیا کا کوئی مادہ باقی ہو۔ لیکن مسلمان کیسا خوش ہوگا اور اسکی امیدیں کیسی وسیع ہوں گی جب اپنے **خالق کل شئے**۔ اور قدوس۔ سبحان خدا کو پیش کرتا ہے۔

پس یاد رکھو۔ کہ خدا تعالے اپنے برگزیدہ بندوں کو کبھی ضایع نہیں کرتا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ ان اللہ **لا یضیع اجر المحسنین** اخیار اور ابرار کا نام ابد الآباد تک زندہ رہتا ہے گذشتہ زمانے کے بادشاہوں یہانتک کہ قیصر و کسرے کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ برخلاف اس کے خدا تعالے کے راستبازوں اور برگزیدوں کی دنیا مداح ہے۔

دیکھو ہمارے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کسقدر عظمت دنیا میں قایم ہے۔ ۴۰ کروڑ مسلمان آپ کے نام لینے والے موجود ہیں جو ہر وقت آپ پر درود پڑھتے ہیں۔ کیا کوئی قیصر و کسریٰ پر بھی درود پڑھتا ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کسقدر عظمت ہو رہی ہے یہاں تک کہ نادانوں نے اپنی جہالت اور کم مائگی کی وجہ سے انکو خدا بنا رکھا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ رسولوں کا طبقہ مصائب اٹھا کر دنیا سے گذر گیا مگر اُنکا خدا کے لئے دنیا کے عیش و آرام کو چھوڑ کر طرح طرح کے آلام و مصائب کے بار کو اٹھا لینا انکی عظمت کا باعث ہو گیا یہہ بات نہیں ہے کہ خدا کے محبوبوں کو تکالیف

آتی ہیں۔ اُن کی تکالیف میں ایک لطیف سِر ہوتا ہے انپر اسلئے سب سے زیادہ تکالیف اور مصائب نہیں آتی ہیں کہ تباہ ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پہل اور پہول میں ترقی کریں۔ دیکھو دنیا میں ہر جوہر قابل کے لئے خدا نے یہی قانون ٹہیرایا ہے کہ اول وہ صدمات کا تختہ مشق بنایا جاتا ہے کسان زمین میں ہل چلاکر اسکا جگر پہاڑتا ہے اور اس مٹی کو باریک کرتا ہے یہانتک کہ ہوا کے جہونکے اُسے اِدہر اُدہر اڑاے لئے پہرتے ہیں۔ نادان خیال کرے گا کہ زمیندار نے بڑی غلطی کی جو اچھی بہلی زمین کو خراب کر دیا۔ مگر عقلمند خوب سمجہتا ہے کہ جب تک زمین کو اس درجہ تک نہ پہونچایا جاوے وہ پہل پہول پیدا کرنے کی قابلیت کے جوہر نہیں دکہا سکتی۔ اسیطرح اس زمین میں بیج ڈالدیا جاتا ہے۔ جو خاک میں ملکر بالکل مٹی کے قریب قریب ہو جاتا ہے۔ لیکن کیا وہ دانے اس لئے مٹی میں ڈالے جاتے ہیں کہ زمیندار ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکہتا ہے؟ نہیں نہیں وہ دانے اسکی نگاہ میں بہت ہی بیش قیمت ہیں۔ اسکی غرض ان کو مٹی میں گرانے سے صرف یہہ ہے کہ وہ پہلیں اور پہولیں اور ایک ایک کی بجاے ہزار ہزار ہوکر نکلیں۔

جبکہ ہر جوہر قابل کے لئے خدا نے یہی قانون رکہا ہے وہ اپنے خاص بندوں کو مٹی میں پہینک دیتا ہے اور لوگ ان کے اوپر چلتی ہیں۔ اور پیروں کے نیچے کچلتے ہیں۔ مگر کچہہ وقت نہیں گذرتا کہ وہ اس سبزہ کیطرح (جو خس و خاشاک میں دبے ہوئے دانے سے نکلتا ہے۔) نکلتی ہیں۔ اور ایک عجیب رنگ اور آب کے ساتہہ نمودار ہوتے ہیں جو ایک دیکہنے والا تعجب کرتا ہے یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتہہ سنت اللہ ہے۔ کہ وہ ورطہ عظیمہ میں ڈالے جاتے ہیں۔ لیکن نہ اس لئے کہ غرق کئے جاویں بلکہ اس لئے کہ اون موتیوں کے وارث ہوں۔ جو دریاے وحدت کی تہ میں ہیں۔ وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں نہ اس لئے کہ جلائے جائیں۔ بلکہ اس غرض کے لئے کہ خدا تعالےٰ کی قدرت کا تماشہ

دکہایا جاوے۔ غرض اُنسے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور ہنسی کی جاتی ہے ان پر لعنت کرنا ثواب کا کام سمجہا جاتا ہے یہانتک کہ خدا تعالیٰ اپنا جلوہ دکہاتا ہے اور اپنی نصرت کی چمکار دکہاتا ہے۔ اس وقت دنیا کو ندامت ہوتا ہے۔ اور غیرت الٰہی اس غریب کے لئے جوش مارتی ہے اور ایک ہی تجلی میں اعدا کو پاش پاش کر دیتی ہے۔ سو اول نوبت دشمنوں کی ہوتی ہے اور آخر میں اسکی باری آتی ہے اس کی طرف خدا تعالےٰ نے اشارہ فرمایا ہے **والعاقبۃ عند ربک للمتقین** پہر خدا تعالےٰ کے ماموروں پر مصائب اور مشکلات کے آنیکا ایک یہہ بہی سِر ہوتا ہے تا انکے اخلاق کے نمونے دنیا کو دکہائے جاویں۔ اور اس عظیم الشان بات کو دکہائے جو ایک معجزہ کے طور پر ایمن ہوتی ہے۔ وہ کیا؟

استقامت

استقامت ایک ایسی چیز ہے کہ کہتے ہیں۔ **الاستقامۃ فوق الکرامۃ**۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں یہہ استقامت ہی تو تہی کہ خواب میں حکم ہوا کہ تو بیٹا ذبح کر حالانکہ خواب کی تعبیر اور تاویل بہی ہو سکتی تہی مگر خدا تعالےٰ پر ایسا ایمان اور دل میں ایسی قوت اور ایسی استقامت ہے کہ یہہ حکم پاتے ہی معاً تعمیل کے واسطے طیار ہو گئے اور اپنے ہاتہہ سے نوجوان بیٹے کو ذبح کرنے لگے۔ آجکل اگر کسی کا بچہ امراض میں مبتلا رہ کر مر جاوے۔ تو خدا تعالےٰ کی نسبت ہزار شکوک پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور شکوہ و شکایت کے لئے زبان کہولتے ہیں۔ لیکن ایک ابراہیم ہے کہ بیٹے کی محبت کو کچل ڈالا اور اپنے ہاتہہ سے ذبح کرنے کو طیار ہو گیا ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جن کو خدا تعالےٰ کبہی ضائع نہیں کرتا ایسے ادمیوں کے کلمات طیبات قرار دے جاتے ہیں۔ اور ان کو ذریعہ دعا ان کے کپڑوں کو متبرک قرار دیا جاتا ہے یاد رکہو مومنوں کا ایلام بہرنگ انعام ہو جاتا ہے اور اس سے عوام کو حصہ نہیں دیا جاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۳ سالہ زندگی جو مکہ میں گذری اس میں جسقدر مصائب اور

مشکلات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آئیں۔ ہم تو ان کا اندازہ بہی نہیں کر سکتے دل کانپ اٹہتا ہے جب ان کا تصور کرتے ہیں۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی حوصلگی **فراخدلی** استقلال اور **عزم** و استقامت کا پتہ ملتا ہے کیا کوہ وقار انسان ہے کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹے پڑتے ہیں۔ مگر اس کو ذرا بہی جنبش نہیں دے سکتے وہ اپنے منصب کے ادا کرنے میں ایک لمحہ سست اور غمگین نہیں ہوا وہ مشکلات اسکے ارادے کو تبدیل نہیں کر سکیں۔ بعض لوگ غلط فہمی سے کہہ اٹہتے ہیں۔ کہ آپ تو خدا کے حبیب مصطفیٰ اور مجتبیٰ تہے پہر یہہ مصیبتیں اور مشکلات کیوں آئیں؟ میں کہتا ہوں کہ پانی کے لئے جب تک زمین کو کہودا نہ جاوے اس کا جگر پہاڑا نہ جاوے وہ کب نکل سکتا ہے۔ کتنے ہی گز گہرا زمین کو کہودتے چلے جائیں۔ تب کہیں جا کر خوشگوار پانی نکلتا ہے جو مایہ حیات ہوتا ہے اسیطرح وہ لذت جو خدا تعالیٰ کی راہ میں استقلال اور ثبات قدم کے دکہانے سے ہمیں ملتی جب تک ان مشکلات اور مصائب میں سے ہو کر انسان نہ گذرے وہ لوگ جو اس کوچہ سے بے خبر ہیں۔ وہ ان مصائب کی لذت سے کب آشنا ہو سکتے ہیں۔ اور کب اسے محسوس کر سکتے ہیں۔ انہیں کیا معلوم ہے کہ جب **آپ کو کوئی تکلیف پہونچتی** تہی اندر سے ایک سرور اور **لذت کا چشمہ پہوٹ** نکلتا تہا۔ خدا تعالےٰ پر توکل اسکی محبت اور نصرت پر ایمان پیدا ہوتا تہا۔

محبت ایک ایسی شے ہے کہ وہ سب کچہہ کرا دیتی ہے ایک شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے تو معشوق کے لئے کیا کچہہ نہیں کر گزرتا ایک عورت کسی پر عاشق تہی اس کو کہینچ کہینچ کر لاتے تہے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تہے ماریں کہاتی تہی مگر وہ کہتی تہی کہ وہ مجہے لذت ملتی ہے (باقی آئندہ)

مکتوب امام الزمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشفقی پادری جوالا سنگھ صاحب

بعد ما وجب چند روز ہوئے کہ آپ کا ایک طول طویل خط پہونچا - مگر میں بہ باعث اپنے ضروری کاموں کے جواب نہ لکھ سکا مجھے افسوس ہے کہ آپ نے کس قدر جلدی اور پہلے خط کے مضمون کے مخالف یہہ خط لکھدیا آپکا خط موجود ہے جس میں آپنے دعویٰ کیا تھا - کہ جو نشان چاہو میں دکھلا سکتا ہوں اور خداوند مسیح میری آواز سنتا ہے اسی بنا پر مینے جواب لکھا تھا کہ مجھے ضرور نہیں کہ میں اپنی طرف سے درخواست کروں - کہ ایسا نشان دکھلاؤ - بلکہ واجب ہے کہ ان نشانوں کے موافق دکھلاؤ - جو خود آپکے خداوند نے آپ کی ایمانداری کی نشانیاں قرار دی ہیں اور اگر ایسا نشان دکھلا نہ سکو تو دو باتوں میں سے ایک بات ماننی پڑے گی - یا تو یہہ کہ آپ ایماندار نہیں اور یا یہہ کہ جس نے ایسی نشانیاں قرار دی ہیں - وہ کذاب اور دروغ گو ہے جو جھوٹے وعدوں کی بنا پر اپنے مذہب کو چلانا چاہتا ہے اب میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے میرے اس سوال کا کیا جواب دیا کیا یہہ سچ نہیں - کہ آپنے اپنے خط میں ایسا ہی لکھا ہے - کہ میں جو نشان چاہو دکھلا سکتا ہوں اور خداوند مسیح میری آواز سنتا ہے اور اگر یہہ سچ ہے - تو اب آپکو اس خداوند مسیح کے نسبت اتنی جلدی کیوں شک پڑ گیا - اور آپکا اپنے دوسرے خط میں یہہ جواب لکھنا کہ پہلے آپ نشان دکھلاؤ پھر اس قسم کا نشان میں دکھاؤں گا - یہہ صریح وعدہ شکنی ہے - دعویٰ کر کے پھر اس دعویٰ سے منہ پھیر لینا کیا حق کے طالبوں کی نشانی ہے - جو شخص کسے نشان دکھلانے کے لئے توفیق دیا گیا ہے وہ پہلے بھی دکھلا سکتا ہے - اور بعد بھی - اچھا ہم یہہ بھی مانتے ہیں - کہ آپ نشان دیکھنے کے بعد ہی نشان دکھلاوین لیکن آپ صاف طور پر اپنا اقرار تحریری لکھہ بھیجین کہ کسی نشان کے دیکھنے کے بعد یا تو میں اس کے مقابل یہہ نشان دکھلاؤں گا - اور یا بلا توقف مسلمان ہو جاؤں گا - اور اگر ایسا نہ کروں تو خدا تعالیٰ کی لعنت میرے پر ہو پھر اس تحریر کے بعد ہم آپکی پہلی تحریر کا آپ سے مواخذہ کریں گے اور یہہ آپ کا لکھنا کہ ہم کسی کوٹھری میں بیٹھہ جائین اور اس میں نشان دکھلاوین گے یہہ قرآن کریم کی تعلیم نہیں اور انجیل میں بھی پائی نہیں جاتی شاید کوٹھریوں کا پورانا خیال ہندوں کی تعلیم سے آپ کے دل میں باقی رہا ہو - ہم لوگ اپنے رب کریم کی تعلیم سے قدم باہر نہیں رکھہ سکتے ہمیں یہہ حکم ہے کہ میدانوں میں آؤ - اور میدانوں میں اپنے دشمنوں کو ملزم کرو - سو ہم اپنے روغن چراغ کو کسی کوٹھری کے اندر چھپا نہیں سکتے بلکہ میدان کی اس اونچی جگہ پر رکھیں گے جس سے دور دور تک روشنی جائے - اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ ان خطوط کی دوسرے کو خبر نہ ہو - میں نہیں سمجھتا کہ یہ قول کس تعلیم کی بنا پر ہے ہم کسی کام میں مخلوق سے نہیں ڈرتے اگر یہ ثابت ہو کہ درحقیقت ابن مریم خدا ہے تو سب سے پہلے ہم اسپر ایمان لاوین اور کسی بے عزتی اور مرنے سے نہ ڈریں - لیکن ہم جانتے ہیں - کہ وہ عاجز انسان ہے اور ہم میں سے ایک ہے جو کسی کی آواز نہیں سن سکتا اور پھر آپ اگر طالب حق ہیں - تو اس بحث کو کیوں چھپاتے ہیں - کیا یہہ اندیشہ ہے کہ اگر پادریوں کو خبر ہو گئی تو آپ نوکری سے برخاست کئے جائیں گے یا کوئی وظیفہ بند کیا جائے گا - چھپ چھپ کر بحث کرنا ایمانداروں کا کام نہیں - اور پھر آپ کا یہہ فرمانا کہ قرآن مسیح کے معجزات کا مصدق ہے کسقدر آپ کی بے خبری ثابت کرتا ہے قرآن تو یہہ کہتا ہے کہ مسیح ایک عاجز بندہ تھا کبھی اس نے خدائی کا دعویٰ نہ کیا - اور اگر خدائی کا دعویٰ کرتا تو میں اسے جہنم میں ڈالتا اور پھر قرآن کہتا ہے کہ مسیح کو جو کچھہ بزرگی ملی وہ بوجہ تابعداری حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملی کیونکہ مسیح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی خبر دی گئی اور مسیح آنجناب پر ایمان لایا اور بوجہ اس ایمان کے مسیح نے نجات پائی پس قرآن کے رو سے مسیح کے منجی پاک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - اور پھر قرآن نے ایسے مسیح کی تصدیق کہاں کی جو اپنے تئیں خدا ٹھہراتا ہے بلکہ اس مسیح کی تصدیق کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ پر ایمان لایا - اور ایک عاجز بندہ کہلایا یہہ سچ ہے کہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم سے جو خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والا ہے بعض معجزات بھی صادر ہوئے ہیں مگر کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا - کہ مسیح کی وہی تعلیم تھی جس پر آپ لوگ اصرار کر رہے ہیں - اور کیا اس سے یہ ثابت جائے گا - کہ جس ایمان کی طرف مسیح نے آپکو بلایا تھا وہ ایمان آپ کو حاصل ہے - اے عزیز ہرگز ثابت نہیں ہوگا ہرگز ثابت نہیں ہوگا - جب تک مسیح کے قول کے موافق آپ میں ایمانداروں کی نشانیاں پائی نہ جائیں - اور اگر آپ قرآن کریم کی اس تصدیق سے کچھہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ اس نے مسیح کو صاحب معجزہ قرار دیا ہے اور اس تصدیق سے مسلمانوں پر اپنی حجت قایم کرنا چاہتے ہیں - تو اول لازم ہے کہ مسیح کی شرط کیموافق اپنے تئیں ایماندار ثابت کریں مسیح تو ایک طور پر آپ لوگوں کو بے ایمان کہہ چکا ہے - گویا کہہ چکا ہے کہ ان لوگوں سے دور رہو کہ یہہ مجھہ میں سے نہیں ہیں تو اس صورت میں آپ کو مسیح سے تعلق کیا اور مسیح کو آپ سے کیا اور آپ کو مسلمانوں سے بحث کرنے کا حق نہیں پہونچتا جب تک کہ انجیل کے رو سے اپنے تئیں سچا مسیحی ثابت نکریں - بھی یاد ہے تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ پادری ڈاکٹر وایٹ بریخٹ صاحب جو مشن بٹالہ میں متعین ہیں ملاقات کیلئے معہ ایک دیسی عیسائی کے میرے مکان پر آئے تو میں نے کہا کہ پادری صاحب سچ کہیں کہ اسوقت کے عیسائی انجیل کے علامات کے رو سے سچے عیسائی کہلا سکتے ہیں تو پادری صاحب کے منہ سے صاف یہی نکل گیا - کہ نہیں - پادری صاحب بٹالہ میں موجود ہیں - دریافت کر لیں کہ آیا یہہ میرا بیان صحیح ہے یا نہیں پھر اگر قرآن نے مسیح کی تصدیق کی تو آپ لوگوں کو اس تصدیق سے کیا فائدہ جب تک انجیل کے علامات کی رو سے اپنے تئیں ایماندار ثابت نکریں اور یاد رکھیں کہ یہہ ہرگز ممکن نہیں تمام باتیں ایکی دروغ اور لاف ہے انسان کا پرستار آسمان سے مدد

نہیں پا سکتا۔ جواب سے جلدی مسرور فرماویں اور بعض الفاظ اگر تلخ ہوں تو معاف فرماویں کیونکہ راست گوئی کو تلخی لازم پڑی ہوئی ہے

خاکسار

غلام احمد از قادیان ۱۳ جون ۱۹۰۱ء

نیکی کی طاقت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو نیکی کی طاقت کا ایک دلچسپ قصہ یوں سنایا کہ تین شخص کسی جنگل میں چلے جاتے تھے۔ راہ میں سخت بارش آگئی۔ وہ تینوں مسافر پہاڑ کی ایک کھوہ میں پناہ کے لئے گھس گئے اتفاق سے پہاڑ پر سے ایک بڑا بھاری پتھر پھسل کر اس غار کے منہ پر گر گیا۔ جس سے ان کے نکلنے کی راہ بالکل بند ہوگئی اور وہ مسافر زندگی سے مایوس ہوگئے جب کوئی تدبیر مخلصی کی نہ دیکھی تو انہوں نے کہا کہ آؤ اگر تم نے کبھی کوئی نیک کام کیا ہے تو اس کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کریں۔ کہ وہ اس مصیبت کے پہاڑ کو ہمارے سر سے اٹھائے۔

ان میں سے ایک نے کہا یا الٰہی! میرے ماں باپ بہت بڈھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور شام کو ان بکریوں کا دودھ دوہتا تھا مگر بچوں کو دودھ پلانے سے پہلے میں اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن میں بہت رات گئے جنگل سے آیا میرے ماں باپ اس وقت سو گئے تھے میں نے دودھ کا کٹورہ بھرا اور ماں باپ کے سرہانے آکر کھڑا ہوگیا مجھکو اندیشہ ہوا کہ شاید جگانے سے میرے ماں باپ کو تکلیف ہو۔ مگر میں ان کو دودھ پلانے کے بغیر اپنے بچوں کو بھی دودھ پلانا اچھا نہیں سمجھتا تھا وہ بچے بہت روتے اور چلاتے رہے۔ مگر میں صبح تک پائینہ میں کٹورا لئے اسی طرح کھڑا رہا۔ یا الٰہی اگر تو نے میرا یہہ کام جو تیری رضامندی کے لئے کیا گیا تھا پسند فرمایا ہو تو اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسافر کی دعا کو قبول فرمایا اور غار کے منہ سے کسی قدر پتھر سرک گیا

پھر دوسرے شخص نے کہا کہ یا الٰہی میں نے ایک دفعہ اپنے کسی کام پر مزدور لگایا اور اس کو کچھ غلہ دینا کیا۔ کسی وجہ سے وہ شخص بے مزدوری لئے چلا گیا۔ اور اس کا غلہ میرے پاس رہ گیا۔ زراعت کا وقت قریب تھا۔ میں نے وہ غلہ بو دیا خدا کے فضل سے مجھے اس زراعت سے بہت فائدہ ہوا۔ اور میں نے اس آمدنی سے چند بیل اور غلام خریدے مدت کے بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور اپنا حق طلب کیا میں نے وہ سب مال مویشی اس مزدور کے حوالے کئے اس نے سمجھا کہ میں شاید ہنسی کرتا ہوں مگر میں نے اس کو یقین دلایا کہ وہ سب اسی کا مال ہے یا الٰہی اگر تو نے میرا یہہ کام جو تیری رضامندی کے لئے کیا گیا تھا پسند فرمایا ہو تو تو اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا پر وہ پتھر تھوڑا سا اور سرکایا۔

اسیطرح تیسرے مسافر نے اپنا قصہ سنایا کہ وہ کسی سخت گناہ میں گرفتار ہونے کو تھا کہ اس کو فوراً اس حالت میں خدا کا خوف آیا۔ اور وہ گناہ سے باز رہا۔ اس نے وہ قصہ سنا کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کہ یا الٰہی اگر یہہ کام جو میں نے تیری رضامندی کے لئے کیا تو نے پسند فرمایا ہو تو اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دے اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور وہ پتھر غار کے منہ سے بالکل ہٹ گیا اور وہ تینوں نیک بندے اپنی نیکیوں کی بدولت اس مصیبت سے بچکر نکل گئے۔

تہذیب نسواں

غور طلب باتیں

اپنے نفس اور زمانہ کے حالات کو سوچنا اور خدا کا ذکر کرنا تزکیہ نفس اور ترقیات روحانی کے واسطے ضروری ہیں اس کے بغیر انسان حیوانوں سے بدتر ہوجاتا ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ تحقیق اللہ کے نزدیک بدترین حیوانات وہ گونگے اور بہرے ہیں۔ جو اپنی عقلوں کو کام میں نہیں لاتے وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ اور اللہ شرک کی نجاست ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو عقل کو کام میں نہیں لاتے پھر تمام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۔ تم مجھکو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور کفر مت کرو۔ پس کیا قرآن کا کبھی ذکر نہیں کرو گے اور اس میں فکر کرنا چھوڑے رکھو گے کیا شر الدواب کا خطاب جناب الٰہی سے لیکر ہی رہو گے؟

یہہ سخت نادانی اور بدفہمی ہے کہ بے علمی اور بے عقلی اور رسم پرستی کو کافی سمجھکر ترقی کیواسطے کوئی آرزو اور کوئی کوشش نہ کیجاوے نہ اصل حقیقت کیطرف نظر ہو اور نہ نتائج کیطرف غور کیا جاوے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ کیا اندھا اور سوجاکھا برابر ہو سکتے ہیں کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے پس کیا یہی چاہتے ہو کہ قرآن کیطرف سے اندھے کے اندھے بنے رہو۔ اور کبھی اوسکے نصایح پر غور و فکر نہ کرو اور نہ عبرت پکڑو اور جو اسکے احکام کی یاد دہانی کرتا ہے اسکی ایک نہ سنو۔

بے سمجھے کا کام محض حیوانی فعل ہوتا ہے اس سے انسانی قلب کچھ روشنی حاصل نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید مثال کے طور پر فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۔ تحقیق جن لوگوں سے توریت اٹھوائی گئی۔ پھر اوسکو انہوں نے نہیں اٹھایا وہ اس گدہے کی مثال ہیں۔ جو کتابیں اٹھاتا ہو۔ پس کیا یہودیوں کی طرح حمال الکتب بننا چاہتے ہو۔ اور غور و فکر سے بھاگتے ہو۔ کیا قرآن کریم سمجھنے کی چیز نہیں کیا بلا سوچے سمجھے کوئی روحانی اور اخلاقی اصلاح ہو سکتی ہے کیا ایسا انسان جو قرآن کو پڑھے پر سمجھے نہیں وہ توریت والوں کی طرح كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا میں داخل نہ ہوگا۔

بقیہ مضمون شہادات اسلام

اس میں بھی عجیب بات یہی ہے کہ یہ درخواست بھی اللہ تعالیٰ ہی کے عرش عظیم کے آگے پیش کی گئی ہے۔ جس میں یہ غرض ہے کہ صراط مستقیم کی ہدایت جس کا دوسرا نام **ایمان** ہے اور اسپر چلنے کی توفیق دینا جس کا دوسرا نام **اعمال صالحہ** ہیں محض اسی کی طرف سے ہے اور یہی **فضل** کی حقیقی فلاسفی ہے **صراط الذین انعمت علیہم** یعنی وہ سیدھی راہ جسپر وہ برگزیدہ راہ رو جنپر تیرا فضل ہوا چلکر اپنے افعال و اعمال سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ راہ درحقیقت سیدھی اور تیری مرضی کی راہ ہے۔ اس جملہ میں بھی **انعمت علیہم** سے یہ دکھانا منظور ہے کہ وہ صدیق۔ نبی۔ صالح۔ اور شہید جو دنیا کے لئے بطور نمونے کے ٹھہرے ہیں ان کی کسی کوشش اور عمل کے نتیجہ سے نہیں بلکہ تیرے ہی **فضل** سے انھیں سب کچھ ملا۔ یہانتک تو مفید اور منفعت بخش اشیا کا مذکور تھا جو انسان کے حق میں فائدہ مند ہیں اور یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ ان پاک نہروں کا منبع اصلی اللہ تعالیٰ نے اپنی ہی ذات پاک کو ٹھہرایا ہے۔

اب آیندہ اُن موذی اور زہریلی اشیاء کا ذکر ہے جنسے محفوظ رہنا انسان کے بس میں نہیں بلکہ محض اس کے **فضل و کرم** سے ہے چنانچہ فرمایا **غیر المغضوب علیہم ولا الضالین**۔ اُن لوگوں کی راہ پر چلنے سے تو ہی ہمیں باز رکھ جنپر اُن مسلم راستبازوں اور مقدس راست بازوں کی تکذیب کے سبب سے تیرا غضب نازل ہوا اور نہ اُن کی راہ سے بھی تو ہی ہمیں بچا جو ہوا پرستی اور مخلوق پرستی کے سبب سیدھی راہ سے بالکل دور پڑ گئے۔ یعنی جیسے مفیدات و منافع سے جلب منفعت پر تو ہی اپنے فضل سے قادر کرتا ہے سو اس راہ حق کی درمیانی ٹھوکروں کے دفع مضرت پر بھی تو ہی ہمیں اپنے فضل سے قدرت عطا فرما۔ سبحان اللہ سورہ فاتحہ بھی ہر طرح کے حقائق و معارف کا زخار سمندر ہے جس محققہ صداقت کو ڈھونڈو اس میں باحسن وجہ موجود ہیں فضل اور ایمان اور اعمال صالحہ کی باریک فلاسفی کے حل کرنے کے لئے قرآن کریم کی طرف متوجہ تھا کیونکہ ہمارے پاک سلسلہ کا التزام تقاضا کرتا ہے کہ ہر ایک دعوی اور دلیل کا ثبوت قرآن کریم ہی سے ہونا چاہیئے۔ اتنے میں یہ سورہ مقدسہ ایک جلیل نور کے ساتھ میرے سامنے جلوہ گر ہوئی جس کی روشنی میں میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مقصود کو پالیا جسکے لئے مجھے سخت اضطراب لگا ہوا تھا۔

الغرض قرآن کریم کا یہ دعوی کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح ضروری ہے اور بے اس کے نجات ہو نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل۔ رحم۔ عدل اور راستی کے ہرگز منافی نہیں اسلئے کہ قرآن کریم کا یہ مذہب ہے کہ توفیق ایمان اور توفیق عمل صالح محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس عیسائیوں کا (پادری ٹھاکر داس کی تنقیح مباحثہ مندرجہ نور افشاں) قابل عفو ظلم ہے یہ کہنا کہ قرآن نے انسان کے لئے کوئی نجات کی راہ تیار نہیں کی اور اس کی راہ وہی پرانی راہ ہے جسے دوسرے تمام انبیاء سمجھاتے رہے ہے۔ خدا کے قول اور فعل سے سخت ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے یہ پچھلا جملہ بھی اگرچہ حسب عادت طنز سے کہا گیا ہے مگر ہمیں اس سے دلی اتفاق ہے کیونکہ قرآن کریم کا سارا فخر اور بالکل بجا فخر اسی پر ہے کہ وہ وہی سچی تعلیم لایا ہے جسے جناب آدم سے لے کر جناب مسیح تک (علیہم السلام) تمام راستباز دیتے آئے۔ مگر افسوس منحوس کفارہ کی شامت نے نصاریٰ کو اس پیاری صداقت کے سمجھنے سے اندھا کر دیا ہے قرآن کریم کی نجات کی اس فلاسفی کے سمجھنے اور کفارہ کی لاجواب تردید کے لئے خدا ترسی اور حق جوئی سے حضرت حزقیل کی کتاب باب ۸ کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ اب جائے غور ہے کہ جب انسان کی فطرت مشاہدہ نظام عالم۔ معاشرت تمدن۔ سیاست۔ تمام انبیا کی تعلیم اور باری تعالیٰ کے عام و وسیع فضل کا نظارہ قرآن کریم کی تعلیم ایمان اور عمل صالح کے مؤید ہیں تو اس سے زیادہ اس کے حق اور اس کے مخالف کے بطلان کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے یہی وہ **ایمان** ہے جو قوائے عقلیہ کی رسائی کے اندر ہے نہ عقل اور ادراک کا رہزن اور گردن کش مسئلہ کفارہ و تثلیث جس کی نسبت اُس کے بڑے سرگرم حامیوں کا اقرار ہے کہ اس کی حل سے وہ عاجز اُن کا خدا عاجز (دیکھو مباحثہ امرتسر)

قرآن کریم کی تین بڑی بھاری خصوصیتیں ہیں جو اُسے اس بڑے دعوے کے غیر مشترک فخر کا سچا استحقاق دیتی ہیں کہ وہ فطری یا **عقلی** مذہب ہے۔ قانون قدرت کا عام نظارہ۔ انسانی فطرت کا اندرونی نظارہ۔ تاریخی قوموں کے واقعات کا نظارہ۔ قرآن کریم میں تدبر کرنے والے جانتے ہیں کہ اس میں ان تین بڑی اصلوں اثبات توحید۔ اثبات نبوت۔ اثبات معاد کے لئے پروردگار عالم نے انھی تین نظاروں سے جا بجا استدلال کیا ہے۔ یہ بات واضح اور مسلم ہے۔ اس کے اثبات

کے لئے قرآن کریم سے نظائر دکھلانے کے بجز تطویل مضمون کے جو طول عمل کی حد تک پہونچ جانیکا احتمال رکھتا ہے اور کوئی مفید ضرورت نہیں ۔ ہاں ایک اہم مسئلہ کے بیان کرنے کے بعد قرآن کریم کی استمراری عادت ہے ان فی ذلک لآیات لقوم یعلمون اور کہیں یفقہون کہیں یتفکرون ۔ کہیں یذکرون کہیں فرماتا ہے افلا یسمعون کسی جگہ تنبیہ کرتا ہے افلا یبصرون کسی جگہ یہ تازیانہ لگاتا ہے افلا یتدبرون ۔ افلا یرون غرض اپنی ہر قسم کی تعلیمات میں جابجا انسان کے قوائے عقلیہ سے اپیل کرتا ہے اور ایک جگہ بھی یہ تحکم نہیں دکھاتا کہ "یہ چونکہ لاحل راز (مسٹری) ہے جو صرف قیامت کو کھلے گا اسوقت اسے آنکھ بند کرکے مان لو ۔ یا یہ اسی طرح بزرگ کلیسیا سے منقول و مروی چلا آیا ہے اس میں چون و چرا مت کرو ۔ یا بزرگ اتھنا ناسیس کا یہ مسلم عقیدہ ہے یا کونسل نیس نے اسکی صحت کا اعتراف کیا ہے ۔ یا بادشاہ اڈورڈ یا کوئین الزبتھ کے عہد میں بزرگوں نے اسے تسلیم کرلیا ہے ۔ بنابرآں اس کے سامنے سر تسلیم خم کردو"۔ چنانچہ ایک بزرگ لکھتا ہے "دین مسیحی محض عقلی مذہب نہیں جس کو انسانی عقل اُن سامانوں سے جو موجودات میں اُس کے سامنے ہیں ایجاد کرسکے ۔ لیکن بخلاف اس کے وہ ایسا مذہب ہے جو بلندتر طبقہ خلقت سے گرتا ہے" پھر آگے چلکر لکھتا ہے "ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی بنیاد بعض بڑی فوق الخلقت حقیقتوں میں رکھتا ہے جیسے مسیح کا تجسم ۔ زندگی ۔ عمل ۔ موت ۔ قیامت صعود ۔ لیکن یہ حقیقتیں اگرچہ فوق الخلقت ہیں تاہم اس وجہ سے کہ وہ گذشتہ ماجرے ہیں ہمکو صرف بذریعہ کتاب بائبل یا روایت کے تواریخی شہادت سے معلوم ہوسکتے ہیں"۔

سبحان اللہ چالاک جعلسازوں نے جب اس بدعتی دین کی (موجودہ کلیسیائی مذہب) کی بنیاد رکھنی چاہی جس کے ثبوت میں وہ جناب مسیح کے اپنے کلمات سے کوئی نظیر لا نہیں سکتے تھے اور جیسے بالکل فرضی ناموں ۔ نوشتوں اور مکتوبوں کے حوالوں سے زینت دی ۔ کسقدر دوراندیشی سے عقل انسانی کے پر پرزے اکھاڑ دیئے اور لفظ راز (مسٹری) کی آڑ میں عقلی دخل کا فیصلہ ہی کردیا ۔ درحقیقت ایسے مذہب جو رقیق دل عورتوں کی مدد سے چلتے ہیں ۔ جیسے مذہب بت پرستی اور دین عیسوی اس کے سوا اُن کی کوئی کل سیدھی بیٹھ نہیں سکتی کہ اُن کے حامی اُن کی نسبت صریح اعتراف کریں کہ وہ یونہی اسلاف سے منقول و مروی ہیں ۔ وہ چالاک خوب سمجھتے ہیں کہ خدائے قدوس کا عاجز انسان بننا ماریں کھانا اور علی رغم انف ناگفتنی ذلتوں کا نشانہ بننا اور اُس کا جہان کی خاطر مارا جانا یہ ایسی باتیں ہیں کہ نرم دل عورتوں کے سوا مانی نہیں جا سکتیں ۔ اور جہاں علم و عقل کی میزان میں تولی گئیں سارا تار و پود اُدھڑ جائے گا ۔ اگر اُن میں کوئی صداقت اور جرأت تھی تو کیوں عقلی تدبر اور تفکر کا ایک حوالہ بھی انکی تحریروں میں پایا نہیں جاتا ہمارے ان اعتراضوں کے جواب سے عیسائی اسی صورت میں سبکدوش ہوسکتے ہیں کہ وہ بزعم خود کامل مکمل مسیح کی کامل مکمل تعلیم و اقوال سے قرآن کریم کی عقلی اور نظری طرز تعلیم کا مقابلہ کریں ۔ جعلی نوشتوں اور لغو مکتوبوں سے جو مجہول الکنہ اشخاص سے منسوب ہیں ایسی مہمل اور دشمن عقل تعلیم (کفارہ ۔ تثلیث ۔) کی سند لانا جس کی کوئی بھی صریح اصل جناب مسیح اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اقوال سے پائی نہیں جاتی سخت ناانصافی اور ناخداترسی ہے ۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ وہ ہرگز مقابلہ نکرسکیں گے

۲ ۔ "اسلام کی اسی خاصیت و خصوصیت نے جو مذکور ہوئی مجھے توجہ دلائی کہ میں ایسی شہادتوں کے بیان کرنے کی کوشش کروں جو لوگوں کو یقین دلاسکیں کہ اسلام واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے افسوس جہاں تک مجھے علم ہے اب تک کوئی ایسی کتاب نہیں تصنیف ہوئی جس میں حال کی ضرورتوں کے موافق شہادات اسلام قلمبند ہوں ۔ مجھے اپنے مطالعہ کیوقت اس کی سخت ضرورت محسوس ہوئی اور اب جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ مختصر سے نوٹ ہیں جو میں وقتاً فوقتاً اس نقصان کی تلافی کے لئے کرتا رہا ۔ مجھے دلی افسوس ہے اس کا اعتراف ہے کہ میں اس مضمون پر قلم اٹھانے کے قابل نہیں ۔ اس لئے کہ ایسے وسیع اور دقیق مضمون کے سارے پہلوؤں سے کماحقہٗ بحث کرنا برسوں کا مطالعہ اور کامل تبحر چاہتا ہے جو میری استطاعت سے خارج ہے ۔ مگر بہر حال چونکہ میں نے محض اخلاص سے اظہار حق کی خاطر یہ سعی کی ہے مجھے پوری اُمید ہے کہ میری یہ حقیر کوشش اللہ تعالیٰ کے جلال اور بنی آدم کی سعادت مندی کا موجب ہوگی ۔"

ف بے شک یہ بات نہایت رنج دہ ہے کہ اب تک انگریزی زبان میں مسلمانوں کی طرف سے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں مصنف نے قرآن کریم کو بحیثیت قرآن خدا کا کلام ثابت کیا ہو ۔

اس طرح پر کہ کسی امر کے احقاق یا ابطال کے لئے دعاوی اور دلائل دونوں قرآن ہی سے قرآن کی آیات کے حوالہ سے بیان کئے ہوں۔ وہ ایک کتابیں جو لکھی گئی ہیں وہ باوجود معتبر مسلمانوں کے قلم کا نتیجہ ہونے کے اس سے زیادہ قابل داد نہیں ہیں کہ انھیں جان ڈیون پورٹ کا ڈ فری ہگنس۔ باسورتھ کی بعض تحریرات اور طامس کارلائل کے مضامین کے ہم پلہ اور ہم معنی کہا جا سکے۔ ہاں ان یورپین مصنفوں کی طرز تحریر سے اُن کتابوں میں کسی قدر ادب اور لحاظ کا فرق ضرور ہے جو صرف اسی قدر ان کے مسلمان ہونے کی سفارش کرتا ہے۔

درحقیقت علوم کی امداد اور ذہن کی جودت سے کسی امر کی تحسین و تقبیح کرنا اور ہے اور کسی کتاب کی نفس الامری تعلیم سے خود اُس کے دعاوی اور بینات سے اُس کے امور پیش کردہ کا ثبوت دینا اور...... یورپ کی پادریوں نے فلسفیوں کے پُرزور حملوں کے مقابل بڑی کوشش کی کہ سائنس کے ساتھ بائبل کی تعلیمات کی مصالحت کرادیں۔ اس غرض سے انھوں نے سائنس کے مختلف ڈیپارٹمنٹوں کو لے کر بیبل کی تعلیمات سے توفیق و تطبیق دینے کی کوشش کی مگر ان غیر مؤثر کوششوں نے مخالف فریقوں سے ایسی کتابیں لکھوائیں جن کا نام انھوں نے بالقصد یہ رکھا "ہسٹری آف دی کونفلکٹ بٹوین سائنس اینڈ ریلیجن" یعنی تاریخ محاربہ علم و مذہب۔ چنانچہ ڈریپر صاحب جو اس نامی تاریخ کے مصنف ہیں بیبل کی اُس تعلیم کا جسپر نصاریٰ کو ناز ہے علوم صحیحہ کے مقابلہ میں ایسا ذلیل اور شکست خوردہ حال ثابت کرتے ہیں کہ دشمن کو بھی اس کی ذلت و رسوائی پر رونا آتا ہے۔

اس کا سبب بجز اس کے نہیں کہ علوم و فنون طبعی اور قوی النفس کی ترقی نے انسان کو معقول پسند یا مذہب عقلی اور فطری (ریزن ایبل ریلیجن) کی تلاش کے لئے مضطر کیا۔ اور بیبل کے مذہب میں جو اُن کے آبا کا مقبول طریق تھا انھیں کوئی معقول دعوی اور اس کی معقول دلیل خود اسی کے اندر سے نظر نہ آئی۔ اور اُس کے حامیوں کی تحریریں اپنی صفائی ذہنی اور ذکاوت فکر کے تراشتے ہوئے خوشنما اور بالکل بالائی اور بیرونی من گھڑت ثبوتوں سے زیادہ نہ تھیں۔ اور کتاب کی طرف انھوں نے دیکھا تو وہ مارے حیا کے خاموش اور گھونگٹ نکالے بیٹھی تھی۔ نہ تو اُس نے کہیں خود ڈیرکٹ دعوی کیا ہے کہ میں کتاب اللہ ہوں۔ اور نہ دعاوی کے لئے اُس کے اندر انفسی اور آفاقی دلائل ہیں جنکی نسبت خود وہی کتاب بصراحت دعوی کرتی ہو کہ میری دعاوی پر یہ بینات و براہین ہیں۔ ہاں اگر کچھ بات ہی تو یہ ہے کہ وہ تو پس پردہ بت کی طرح بیٹھی ہے اور بت پرست اسکی حمایت میں عارضی ہتھیاروں سے لڑ رہے ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کا عموم خواندہ گروہ جس نے علوم جدیدہ محققہ سے روشنی حاصل کی بیبل کی تعلیموں سے بیزار ہو گیا اور اسی کے ساتھ نہایت افسوسناک واقعہ یہ بھی ہوا کہ اکثر اور بیشتر اُس فرضی خدا کی شامت اعمال کی وجہ سے جسے بیبل نے انسان کے تمام لوازم سے آراستہ کیا۔ اُسے مولود۔ مخلوق۔ ہگتا۔ موتتا۔ کھاتا پیتا۔ مار بیں کھاتا۔ ذلتیں اُٹھاتا۔ اور بالآخر اُس کا مرجانا بتایا۔ غرض بہتیرے اس نکمے پیتل کے بت کی وجہ سے اُس حی قیوم۔ لم یلد ولم یولد ازلی ابدی اور کامل الصفات خدا کے بھی منکر ہو گئے۔ جو اپنے صادقین کا اکیلا زندہ اور سچا خدا تھا۔

یہی حال اُن ایک دو مسلمانوں کا ہے جنھوں نے اسلام کی حمایت میں انگریزی زبان میں کتابیں لکھی ہیں اور جو ایک بزرگ نے اردو زبان میں تفسیر بھی لکھی ہے وہ بھی ہر پہلو سے انہی کے ہم رنگ اور ہم سی سعید دھبہ رکھتی ہے۔ میں دعوی سے مگر افسوس سے کہتا ہوں کہ ان کتابوں میں ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں مثلاً اثبات نبوت میں انھوں نے یہ دکھایا ہو کہ اولاً قرآن نے فلسفیوں اور برہموں کے مقابل جو ضرورت انبیا کے قائل نہیں ہیں یہ دعوی کیا ہے کہ نبوت کی ضرورت ہے اور اس دعوے کو اپنے بین الفاظ میں خود ہی دکھایا ہے اور پھر اسپر خود ہی دلائل بھی اپنے اندر سے ہی بیان فرمائے ہیں۔ اسی طرح ضرورت وجود باری اور اسکے دلائل۔ اس کے کامل الذات و کامل الصفات ہونیکی ضرورت اور اس کے دلائل۔ انسان کی روح کی بقا اور اس لئے اس کا مستوجب و مستحق جزا و سزا ہونا اور اس کے دلائل اور ضرورت حشر و بعث اور اسکی دلائل وغیرہ کا خود بینات قرآنیہ اور اسی کے شواہد سے ذکر کیا ہو☆ انمیں بھی کمزور اور دل میں نار رکھائے ہوئے غیر قوموں کی طرح کچھ یورپین علوم اور کچھ اپنے بلند پرواز ذہن کی مدد سے اوپری اوپری باتیں ہیں جن سے ناظرین یہ پتہ نہیں لگا سکتے کہ خود اسلام کی اصلیت کیا ہے اور حیرت سے پوچھتے ہیں کہ خود قرآن کی فلاں بارہ میں کیا تعلیم ہے اس کا خطرناک نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ معاذاللہ خود قرآن کے اندر کچھ نہیں جو کچھ ہے

☆ علم کلام کے اس جدید اور قابل قدر مسئلہ کی ایجاد کا فخر صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حاصل ہے۔ کہ الہامی کتاب کا فرض ہے کہ دعوی بھی خود کرے۔ اور اس کی دلیل بھی خود ہی دے۔ منہ

ان حضرات کی بدمذاقی طبع کا نتیجہ ہے اور اس کا روائی کو ایک اور زہریلا پھل یہ بھی لگا کہ ہندوستان کے اکثر انگریزی خواندہ مسلمان جنہوں نے ان کتابوں کو ارادت سے پڑھا اور خود جناب مصنفین بھی اسلام کے اُس منشا سے دور جا پڑے جس کے لئے حضرت ہادی کامل علیہ افضل الصلوات والتسلیمات نے ۲۳ برس تک فوق العادہ دُکھ درد اُٹھایا اور ہزاروں صحابہ کے خون اسدرخت کی آبیاری کے لئے پانی کی طرح بہ گئے یعنی محافظت صوم و صلوٰۃ اتباع سنن نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ و التحیہ) اور جمیع احکام قرآنیہ کی پرخشیت اطاعت ان سے چھوٹ گئی الا من عصمہ اللہ

اللہ تعالےٰ کی صفات کاملہ سے ایک یہ بھی صفت ہے کہ وہ کسی لحاظ سے بھی مخلوق کا مرہون احسان نہیں۔ اسی لئے جہاں اُس نے قرآن کریم میں انسان کا محض عدم سے وجود میں لانا اور اس کے لئے تمام ضروری لوازمات معاش کا بہم پہونچانا یعنی آسمان و زمین اور جمیع ما فیہا کو اسی کی خاطر پیدا کرنا اپنی صفت رحمانیت کے تقاضا سے بیان فرمایا ہے۔ وہاں انسان کے روحانی تقاضاؤں یعنی اس کی روحانی اصلاح۔ اپنی ذات کی معرفت۔ ارسال رسل اور تنزیل کتب کو بھی صفت رحمانیت کا تقاضا ذکر کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے الرحمن علم القران اور اس سے یہ بھی مقصود ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی سچی رحمانیت و رحمت کی بشارت لیکر دنیا میں آیا ہے۔ اور دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہ تھا اور نہ ہے جس سے اللہ تعالےٰ کی رحمت عامہ۔ قدوسیت اور راستی ظاہر ہوتی ہو۔

الحاصل قرآن کریم نے اسباب کی ضرورت ہی نہیں رکھی کہ کوئی دوسرا اس کے اغراض و مقاصد کے احقاق یا اس کے اعدا کے حملوں اور اعتراضوں کے دفاع و ابطال کے لئے اپنے خود تراشیدہ اور بیرونی دلائل سے اس کے سر پر احسان چڑھائے اس کا پرزور دعویٰ ہے قل فللہ الحجۃ البالغۃ یعنی ہر حال میں ہر پہلو سے غلبہ اللہ جل شانہ کو ہے قرآن کا دعویٰ ہے کہ اُس ازلی ابدی متکلم نے خود اپنی ذات کا اپنے کلام سے انسان کو پتہ دیا۔ اور اب بھی دنیا کو براہین جنھیں اُس نے خاص کر لیا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ایسا نہیں کہ خود تو وہ کہیں چھپا چھپایا بیٹھا تھا اور بالکل معطل اور ساکت زندگی بسر کرتا تھا اور انسان نے مصنوعات کی سیڑھی لگا کر آخر اوپر سے اُسے پکڑ ہی لیا تعالیٰ شانہ و حاشا جنابہ عن ذلک

اب بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی ایسی کتاب بھی ہے جس نے ان تمام مدارج مذکورہ کا التزام کیا ہے اور دنیا میں اس بجا خوبی کے لحاظ سے اپنے تئیں قرآن کے بعد قرآن کی نسبت میں بے نظیر اور محبوب کتاب ثابت کیا ہے۔ ہاں ہے اور یقیناً ہے وہی جسکا نام ہے

البراھین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القران والنبوۃ المحمدیہ

اس عجیب کتاب میں قرآن کریم کے دعاوی اور دلائل کو اسی اسلوب سے بیان کیا ہے جو اس کتاب مجید کے نازل کرنے والے کا منشا ہے اور پہلی تصنیفوں کی اُن تمام کمیوں اور نقصوں کی کماحقہ تلافی کی ہے جسکی ضرورت کو افسوسناک لفظوں میں حاجی بروں صاحب نے بیان کیا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ باوجود قلیل ضخامت اور ہنوز ابتدائی تمہید ہونے کے اس میں تخم کے طور پر قرآن مجید کے تمام دعاوی کے متعلق روشن دلائل موجود ہیں۔ اور میں اپنی قلیل بضاعت کے موافق اس سے زیادہ اس کی تعریف کرنے کی مقدرت نہیں رکھتا کہ اس کتاب نے آیندہ کسی مصنف کے لئے اثبات قرآن اور حقیت نبوت پر لکھنے کو کوئی نیا مضمون باقی نہیں رکھا۔ اور میں حیران ہوں کہ براہین کے پانچویں حصہ میں جس میں ضرورت قرآن پر لکھا جائے گا حضرت امام زمان مسیح موعود علیہ السلام کیا لکھیں گے۔ اگرچہ مجھے کامل یقین ہے کہ قرآن کریم کے پاک متن کے عجائبات کی طرح حضرت اقدس کی تفسیر کے عجائبات بھی غیر محدود ہیں میں اللہ تعالےٰ کو گواہ کرکے بالکل صاف دل اور بے تعصب دل سے اقرار کرتا ہوں کہ صفات باری تعالیٰ کا نہایت مشکل مسئلہ جس کے سلجھانے کے لئے قرآن شریف دنیا میں آیا ہے میں نے اسی کتاب کے مطالعہ سے پوری طرح سمجھا۔ اور یہی ایک مسئلہ ہے جسکی نہ سمجھی سے کہیں تکلم باری کا انکار ہو رہا ہے اور کہیں قبول دعا کا اور کہیں ملائکۃ اللہ کو قوائے عالم سے تعبیر کیا جا رہا ہے میں ہر ایک طالب حق سے جسکا یہ دلی ارادہ ہو کہ قرآن اور حامل قرآن علیہ صلوات الرحمن سے اُسے سچا اور پکا تعلق اور رابطہ ہو جائے۔ یہ سفارش کرتا ہوں کہ وہ ضرور اسکو پڑھے۔ مگر افسوس حاجی بروں صاحب کے افسوس کا تو پھر بھی تدارک نہ ہوا۔ خدا کرے کوئی باہمت مسلمان براہین کو انگریزی میں ترجمہ کرے پھر دیکھے کہ یورپ پر اسکا کیا اثر ہوتا ہے اور کس خوشی سے یورپ آگے بڑھکر لبیک کہتا ہے۔ اُمید ہے کہ بہت جلد اللہ تعالےٰ اپنے وقت پر بھیجی بندہ کی توجہ اسطرف مائل کریگا۔ کہ وہ یورپ کے لئے اسوقت کی شدید ضرورت کے موافق کوئی ضخیم کتاب لکھے یا اقلاً براہین کا ترجمہ

[illegible] واللہ [illegible]

الحمد للہ کہ اب میری اس آرزو کے پورا ہونے کے دن آ گئے ہیں۔ منہ

ڈاکٹر رحمت علی صاحب اور وکیل نذیر احمد صاحب کی خط و کتابت پر ایک نظر

راولپنڈی کے اخبار چودھویں صدی کے پرچہ ۲۲۔ اپریل میں ہلو وہایت قریبی رشتہ داروں کی خط و کتابت چھپی ہے۔ راور عزیز ڈاکٹر رحمت علی صاحب نے اس کامل مومن اور عاشق صادق کی طرح اپنے ماموں صاحب کو تبلیغ کی اور اربعین بھیجی کہ جس کے نزدیک اس کا اپنا وجدان اور شعور اور احساس ہی براہین قاطعہ کے قائم مقام معلوم ہوتا اور وہ اپنے محبوب و معشوق کی ہر ادا اور آن میں نا نظیر حسن اور لاشریک یکتائی کے غیر منتہی متائل اور دلائل دیکھتا ہے اور اپنی پیارے کا منہ دیکھتے ہی چلا اٹھتا اور دوسروں کو اس کی طرف رہنمول کرکے کہتا ہے لوگو بتاؤ تو کیا یہ منہ جھوٹے کا منہ ہو سکتا ہے۔ میرے عزیز بھائی ڈاکٹر صاحب نے جس نگاہ سے اربعین کو دیکھا ہے اس کا اندازہ بہرا ہی قلب کر سکتا ہے جب یہ نکلی ہے میں کہتا تھا اب کوئی شقی ہی ہوگا جس کے قلب پر ان پر شوکت اور دل سے نکلے ہوئے الفاظ کا نہ اور رعب نہ پڑے گا۔ میں ہزاروں قاطع دلیلوں کی شکل میں اس پر شوکت تحدی اور دل کی نہ سے نکلے ہوئے دعووں کو سمجھتا تھا جو خدا کے برگزیدہ کی طرف سے اربعین میں مذکور و مسطور ہوئے ہیں۔ میرا قلب اس تصور سے بھی تھرا اٹھتا کہ کوئی

متعمد کذاب اور مزور مفتری ایسے پر تحدی الفاظ اور دعووں کو زبان پر لانے اور اس وقت اور ایسا ہیا سال سے علمی دنیا میں انھیں شائع کرنے کی جسارت اور جرأت کر سکتا ہے۔ میرے عزیز بھائی نے حسن ظن کی وجہ سے جو انھیں اپنے ماموں صاحب کی نسبت تھا اور جس کا اربعین کے ارسال سے پہلے میرے سامنے بھی ذکر کر چکے تھے اور اپنے گمان میں اپنے مخاطب کے دل کو تیار شدہ یا سریع الانفعال دل سمجھتے تھے اپنی فراست میں خطا کی اور محل کے فہم میں غلطی کی اور علم طبابت کے خلاف تھا ایسے شخص کو مقوی نسخہ یا تقویت کے استعمال کرنے کی ہدایت کی جو فساد ہضم یا سوء القنیہ کی وجہ سے چاہتا تھا کہ اس کی امعا کا اولا بڑا زبردست تنقیہ اور تصفیہ کیا جائے۔

حق یہ تھا کہ نذیر احمد صاحب کو پہلے ازالہ اوہام اور آئینہ کمالات اسلام مع التبلیغ اور حمامۃ البشریٰ کے مطالعہ کی طرف متوجہ فرماتے۔ ان کو پڑھنے کے بعد ان کی طبیعت کوئی رنگ اختیار کر لیتی اور کسی ایک پہلو کی جنبہ داری میں پختہ ہو جاتی پھر اربعین کا پڑھنا ارادت اور حسن ظن کے ازدیاد کا موجب ہوتا یا اتمام حجت کا ذریعہ بنتا۔ مگر با ایں ہمہ میں اس اعتراف سے چارہ نہیں دیکھتا کہ وکیل صاحب نے بہ غضب چڑچڑی معاند کی طرح جو پہلے ہی اپنی جگہ ایک امر کا فیصلہ کر چکا ہوتا ہے قلم نہیں اٹھایا۔ انھوں نے اپنا انداز تحریر نرم رکھا ہے اور جا بجا اپنے تئیں ارشاد اور اصلاح کے لئے مستعد ظاہر کیا اور اظہار رائے میں کمزوری اور غلطی کے بہت زیادہ امکان کا اعتراف کیا ہے اگرچہ ان کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدت سے اس سلسلہ کی نسبت اپنے زعم میں فیصلہ کر چکے ہوئے ہیں کہ یہ غیر ضروری سلسلہ ہے مگر

ان کی ساری تحریر سادہ جہل اور لاعلمی سے بھری ہوئی ہے اور درحقیقت صاف معلوم ہوتا ہے کہ انھیں واقعی ماخذوں اور اصلی چشموں یا صاف لفظوں میں یوں سمجھو کہ مشکوٰۃ نبوت سے استدلال کرنے یا اخذ کرنے کا وقت اور موقعہ نہیں ملا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ان کی تحریر میں مکابرہ اور مجادلہ کی بدبو ملی ہوتی اور ایک مغرور متکبر کا انداز اس پر غالب ہوتا تو میں اس پر لکھنے کے لئے متوجہ نہ ہوتا۔ میرے قلم کو اسی ان کی ناتجربہ کاری اور ناواقفیت اور انداز استرشاد نے تحریک دلائی ہے ورنہ اگر ایک معاند حق اور مجادل کی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس تحریر میں ایک بات بھی توجہ کے قابل نہیں بہرحال خدا تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے کہ ان چند سطروں میں وہی پاک تاثیر رکھ دے جو راستی کے حامی و مخلصوں کی تحریر میں پائی جاتی ہے اور وکیل صاحب کو توفیق دے کہ پوری غور اور صاف دل سے انھیں پڑھیں۔

ناظرین کی دلچسپی کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ڈاکٹر صاحب کا خط درج کیا جائے پھر دیکھا جائے کہ وکیل صاحب نے اس کا کیا جواب لکھا ہے۔ اور بہت قریب کرنے کے لئے میں اتنا کروں گا کہ وکیل صاحب کی تحریر پر لفظ قولہٗ رکھ دوں گا اور اپنے بیان کو لفظ اقول سے شروع کروں گا۔

ڈاکٹر صاحب کا خط وکیل صاحب کے نام جسے خلاصہ کرکے وکیل صاحب نے اپنے جواب کے ضمن میں درج کیا ہے۔

عزیز من ارشدک اللہ تعالیٰ

آپ کا خط مورخہ ۲۴ مارچ معہ کتاب اربعین مصنفہ جناب مرزا غلام احمد صاحب پہنچا آپ نے اس میں مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ "اگرچہ آپ کو اس دنیا سے بہت کم فرصت ہوگی مگر صرف خدا کے لئے کچھ وقت

دیگر آپ ان دو رسالوں کو (غالباً دوسرا رسالہ سیرۃ مسیح موعود تھا۔ عبد الکریم) جو میں آپ کو بھیجتا ہوں ضرور پڑھئے مگر غور سے۔ یہ ہمارے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے نشانات اور طریق فیصلہ پر مبنی ہیں۔ آپ خدا کے لئے تھوڑا وقت نکالکر انکو پڑھیں۔ دنیا کے دھندے ہوتے ہی رہیں گے اور جائداد وغیرہ سب کے سب یہیں رہجائیں گے مگر یہ الٰہی تجارت ابدی شکھ کا باعث ہوگی“ وکیل صاحب اسپر یوں قلم اٹھاتے ہیں۔

قولہ۔ جو سچی خیرخواہی اور دلی ہمدردی آپ کے خط کے الفاظ سے مترشح ہوتی ہے اسکی وجہ سے میں نے آپ کے خط کو اس مرتبہ ایک غیر معمولی وقعت کی نگاہ سے دیکھا۔ گو بقول آپ کے مجھکو امور دنیا میں ایک حد تک توغل ہے اور میرے خیال میں ہر ایک مسلمان کو دنیا میں کسی قدر توغل رکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ دنیا میں رہ کر دنیا سے پرہیز کرنا ایک ایسا امر ہے جس کے محال ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ دنیا اور دین دو مختلف امور نہیں ہیں یا یوں کہو کہ دو متضاد چیزیں نہیں ... اور نہ اسلام کا کبھی یہ منشا تھا کہ مسلمان دنیا سے تارک ہوکر دنیاوی کامیابی سے علحدگی اختیار کریں۔

اقول بظاہر ناظرین خصوصاً میرے دوست تعجب کریں گے کہ میںنے وکیل صاحب کا یہ قول کیوں نقل کیا ہے اور اسے ہمارے سلسلہ سے کیا تعلق ہے جس کا جواب دینا ناپیر فرض ہے مگر وکیل صاحب کی سچی خیرخواہی اللہ آگاہی کے لئے میںنے ضروری سمجھا ہے کہ اسپر بھی کچھ لکھوں۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا ڈاکٹر صاحب نے ترک دنیا اور رہبانیت اور بن باس لینے کی ہدایت وکیل صاحب کو کی تھی جس کا یہ جواب انھوں نے دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ ہیں۔ گیارھویں رسالہ میں جو اس وقت میاں میر میں ہے ملازم ہیں۔ تھوڑے ہی دن ہوئے برٹش ایسٹ افریقہ میں ملازمت کا سہ سالہ اگریمنٹ پورا کرکے پنجاب میں واپس آئے ہیں۔ پھر وکیل صاحب کو انھوں نے یہ کیا لکھا ”اگرچہ آپ کو اس دنیا سے بہت کم فرصت ہوگی مگر صرف خدا کے لئے کچھ وقت دیکر الخ“ کیا ڈاکٹر صاحب نے یہ ارادہ کیا کہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کا تازیانہ اٹھیں لگے اور کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے بزرگ ماموں صاحب خوب جانتے ہیں کہ وہ خود دنیا کے علائق میں مبتلا ہیں۔ پھر غور کے قابل یہ بات ہے کہ وکیل صاحب نے کس مصلحت کو مدنظر رکھکر اور کس شعور سے یہ جواب دیا۔ دین و دنیا کے باہمی تعلق اور ربط کا فلسفہ چھیڑ دیا حالانکہ اتنا ہی کافی تھا۔ اگر ڈاکٹر صاحب اور اسی مذہب کے اشاعت کنندہ ہوتے۔ کہ ہم خود دنیا میں ایسے مشغول اور منہمک ہو جیسے میں ہوں۔

اگر ڈاکٹر صاحب کے اس فقرہ کے جو انھوں نے درد دل سے اپنے مکرم ماموں صاحب کو لکھا ہی کوئی واقعی معنے نہیں تو انھوں نے ایک فضول بات منہ سے نکالی اور انکا یہ فعل حکیمانہ فعل نہیں ہوگا میں ڈاکٹر صاحب کو خوب جانتا ہوں۔ وہ دانشمند اور ذکی طبع بات کی تہ کو پہونچنے والے اور موقعہ شناس نوجوان ہیں۔ وہ پابند شرع۔ نمازوں کو ٹھیک درست رکھنے والے اور خدا کے تمام احکام کی استطاعت کے موافق تعمیل کرنے والے ہیں میرا ذاتی تجربہ مجھے اس سے روکتا ہے کہ میں ان کی طرف کسی فضول بات اور عبث حرکت کو نسبت کروں مجھے ان کے اس فقرہ سے صاف بو آتی ہے اور بموجب اس مشہور مثل کے کہ صاحب البیت ادری بما فی البیت صاف سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اپنے بزرگ وکیل صاحب کو ان دردناک الفاظ کے ذریعہ پہلے تو بیدار کرنا چاہتے ہیں اس خواب گراں سے جس میں وہ دیگر ہمعصر اور ہم پیشہ طالبان دنیا کی طرح بنگ پی کر اینڈے پڑے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ دین کو دنیا پر مقدم ٹھہیر یا دونوں کے حقوق برابر ہی رکھیں فانی مطالب اور مادی مشاغل کی طلب اور انجام میں سرگرداں رہتے ہیں۔ بلکہ ان فقروں سے صاف بو آتی ہے کہ وکیل صاحب کم فرصتی اور کثرت مشاغل ضروری کی وجہ سے نماز پنجگانہ کے ادا کرنے سے بھی قاصر رہتے ہیں۔ اب جب کہ ڈاکٹر صاحب کے ان فقرات کا یہ مطلب اور یہی مطلب ہو ورنہ ان کے قلم کو بیجا جرئت اور بے ادبی اور ناموزوں حرکت کا داغ اعذار لگتا پڑے گا تو پھر وکیل صاحب کے اس جواب کی کیا توجیہ کی جائے جس سے ان کی بلند شان اور پیری اور گریجوایٹ ہونے کی رفعت اور بکانت کو فضول گوئی کا داغ نہ لگے۔ یہ تو بالبداہت اور مسلم مفروض کے طور پر وکیل صاحب کو پہلے ہی دل میں پختہ کرلینا چاہئے تھا کہ ان کے واقف حال خانہ زاد عزیز کا یہ منشا نہیں کہ ان کو زمانہ کے تارک الدنیا درویشوں کے رنگ میں کلاہ چار ترک پہنے اور کچکول ہاتھ میں لینے کی ہدایت کریں

رسالہ سراج الحق حصہ دوم حضرت اقدس کی [illegible] تصنیف میں [illegible] - خاکسار سراج الحق جمالی نعمانی

اور ارشاد فرمائیں کہ راولپنڈی جیسے عمدہ سٹیشن کی پلیڈری کو چھوڑ کر وزیر آباد میں چشمن برنج کی ندی کے کنارہ کٹیا ڈال لیں۔ پھر اُن کا بجز اس کے اور کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ انھیں کم سے کم دین پاک کی سادہ اور مسلم راہ پر چلنے کے لئے سمینر لگاتے ہیں افسوس ہیں اپنے تئیں قاصر دیکھتا ہوں کہ وکیل صاحب کے اس جواب کی کوئی ایسی توجیہ کرسکوں جس سے وہ برمحل اور سچی ضمیر کا نتیجہ قرار پاسکے۔ اگر وہ واقعی صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور خدا کے احکام کی بجا آوری اور ایثار دین کے لئے دنیا کے مشاغل سے ایک حصہ وقت کا غصب کرکے نکالا کرتے تھے اور یوں سچے دیندار اور حقیقی دنیا دار تھے یا دین و دنیا میں ایک قابل نمونہ برزخ تھے تو اپنے بے ادب عزیز کو زور سے تازیانہ لگاتے کہ تمھاری تعریض اور ایما کا مطلب یہ ہے کہ میں شعائر اللہ کا پابند اور ادب کرنے والا نہیں اور سراسر جیفہ دنیا کے پیچھے پڑا ہوا ہوں یہ محض غلط اور ناروا جرءت ہے، اور تم خوب جانتے ہو اور قوم جانتی ہے کہ میں خدا کے احکام کی پابندی میں قوم کے درمیان نمونہ ہوں۔ اگر وکیل صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے فقرہ کی واقعی چوٹ کو محسوس کرلیا اور اپنی بے ستری اور کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے بے محل جواب کی طرف توجہ کردی جب بھی سچی ضمیر کے خلاف کام کیا اور اگر اس تعریض کو سرے سے سمجھا ہی نہیں اور وہ جواب دیا جو دیا جب بھی بڑی موٹی عقل اور سطحی سمجھ کا ثبوت دیا۔ وہ فقط خود ملازم اور ظاہری معنوں میں دنیا دار تھا اگر اس کے فقرہ کا یہی سطحی مطلب ہوتا تو وکیل صاحب اتنا ہی جواب دیکر حق نصیحت سے عہدہ برآ ہوسکتے تھے کہ تم خود سندھ کی مکھی کی طرح دنیا میں پھنسے ہوئے ہو مجھے یہ کیا کہتے ہو کہ "تو آپ خدا کے لئے تھوڑا وقت نکال کرلیا"۔

میں نے اس مقام پر محض خدا کے لئے اور مخلوق اور خصوصاً نذیر احمد صاحب کی نصیحت کے لئے اتنا بسط کیا ہے۔ میری غرض اس سے یہ ہے کہ اگر وکیل صاحب کا دل خود اُن کو بتاتا اور ملزم کرتا ہے کہ وہ پابند دین ہرگز نہیں بلکہ نماز پنجگانہ کے بھی پابند نہیں تو کیوں ایمان اور ضمیر کے خلاف وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جنکا منہ سے نکالنا خدا کے رسول عظیم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا حق تھا اور اب اُن کے امثال اور خدام کا حق ہے۔ دین پر بھی پورا چلنا اور دنیا کے امور کی بھی رعایت کرنا اور ان دونوں سلسلوں کی مخالفت کی تطبیق اور توفیق میں سعی کرنا اور اپنے عمل سے اُن کا اتحاد دکھانا سچے دیندار صحابہ کی مثال مسلمانوں کا کام اور حق ہے۔ نہ اُن کا جنھوں نے بدقسمتی سے آجکل لیکچر بازی اور لفاظی سیکھ لی۔ خدا کے دین اور تقویٰ اور طہارت سے کوئی سروکار نہیں کفار فرنگ کی طرح کھانے کھلانے اور سوتے جاگتے اور کام کرتے اور کھیلتے کودتے ہیں مگر جب قلم پکڑتے ہیں یا لیکچر کی سٹیج پر کھڑے ہوتے ہیں تو اسلام کی کمزوری پر نوحہ کرتے اور مسلمانوں کی گذشتہ شوکت کے گیت گاتے اور کبھی کبھی نماز کی اور اسلام کی خوبیوں پر بھی لیکچر دیجاتے ہیں۔ اُن میں سے بہتوں کے ہونٹوں پر آب آتشیں کی حرارت سے تبخالے پڑے ہوتے اور اُن کے اعضا آتشیں فعل سے گلے سڑے ہوتے ہیں اور شکل صورت اور سیرت میں پورے ملحد اور دہریے یا فری تھنکر ہوتے ہیں مگر نفاق اور زور سے قوم قوم کہہ چلتے ہیں

اب میں وکیل صاحب کی ضمیر ہی کے آگے اپیل کرتا ہوں وہ خود اُس سے مشورہ کرکے صاف صاف کہدیں کہ کیا یہ بحث یعنی دین و دنیا باہم متحد اور متوافق ہیں آپ نے ایسے شخص کے رنگ میں چھیڑی ہے جو کہتا وہی ہے جو خود کرتا ہے اور کیا اِس پر شغب دنیا میں جس میں ہر روز ایک تھیٹر کی طرح نئے نئے ایکٹ ہوتے اور جذبات کو مسحور کرنے والے سین دکھائے جاتے ہیں آپ دین کے لئے بھی دل کا کوئی گوشہ خالی پاتے ہیں۔ اور جس طرح وقت مقررہ پر ایک کورٹ میں حاضر ہونے کو اضطراب دل کے اطراف پر محیط ہو جاتا ہے اسی طرح مقرر وقت پر نماز کے ادا کرنے کے لئے دل میں اضطراری کشش پیدا ہوتی ہے۔ اور ایک خوف اور خشیت کے قشعریرہ اور پھر محبت اور اخلاص کے احساس کے ساتھ دل میں تصور آتا ہے کہ ایک خدا ہے جس نے ہماری ہدایت اور فلاح کے لئے قرآن کریم جیسی نور اور فضل کتاب بھیجی اور یہ حکم ہے کہ پانچوقت نماز کی اقامت کرو۔ اور اگر یہ بات نہیں اور یقیناً نہیں کیونکہ عملی زندگی نے اسکی شہادت دیدی ہے تو اس سے کیا حاصل کہ دوسروں کو اور خود اپنے نفس کو بھی مغالطہ کے اتھاہ غار میں ڈالا جائے۔ ایک راستی کے خلاف کمر باندھکر اُٹھنا اور ایک قوم کے مسلم مشرب کے خلاف بیباکانہ ننگی تلوار لیکر میدان میں نکلنا یعنی خدا اور اُس کے برگزیدوں سے کشتی کا دنگل لگانا اور اسپر ذرا بھی نہ سوچنا کہ آیا بھی کامیابی اور حقیقی نصرت کا سامان اور مواد میرے ہاتھ میں بھی ہے اور کیا میری ایسی حیثیت ہے کہ میں علیم بذات الصدور کے حضور میں سرخرو ٹھہر سکتا ہوں اور کیا میرے اعمال ایسے ہیں جو ایک ہولناک محشر میں داغ

تشویر اور خجالت کی روسیاہ کن ذلت سے بچالیں گے اور کیا خود میرے ہاتھ پاؤں ہی تو میرے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔

"دین و دنیا ایک ہی چیز ہے اور ان دونوں میں تخالف نہیں۔" یعنی ایک ہی وقت میں ایک شخص پورے معنی میں یا اس زمانہ کے عرف اور اصطلاح میں دنیادار بھی ہے اور معاً رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے معنوں میں۔ صحابہ کے معنوں میں۔ اور قرآن کریم کے معنوں میں دیندار بھی ہے یا اور بھی اسے صاف کرکے یوں کہو کہ ایک شخص لیڈر بھی اور علیگڑھ کالج کا گریجوایٹ بھی اور مسٹر موریسن اور کس کس مسٹر ورمس کا دست گرفتہ اور تربیت یافتہ بھی ہے اور ان عرفی کامیابیوں اور مسلم معراجوں کی اوپر کی چوٹی پر بھی پہونچا ہوا ہے اور پھر ابوبکر و عمر کی طرح دیندار بھی ہے۔ یہ ایک غور طلب مسئلہ ہے اگرچہ لفاظی اور لسانی کو محرروں اور لکچراروں کی عملی زندگی نے سیاہ جھوٹ اور نفاق کا الزام لگاکر اس کا سچا فیصلہ کردیا ہے مگر تاہم نہایت افسوس اور رنج سے دیکھا جاتا ہے کہ زبان اور قلم کی شوخی اور بیباکی میں کوئی کمی پیدا نہیں ہوئی۔ اور عموماً یہ حاسہ ہی مرگئی ہے کہ آیا ایک شخص **درد دل** اپنا لقب رکھنے والا وہ درد اپنے اندر رکھتا ہے جو خدا کے راستبازنہ قوم کی نسبت رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ اور کبھی کسی نے یہ تنقیح بھی لگائی کہ اس درد دل صاحب کو خود اپنی ذات کا درد بھی ہے اور اسلئے اس نے درد دل سے کہاں تک کوشش کی ہے کہ اپنے تئیں اس زہرہ گداز سزا سے بچاسکے جہاں یورپ کا ناپاک فلسفہ اور زبان گوستیتن کی چیرہ ازائی کچھ کام نہ دے گی۔ اور اگر اس کی عملی زندگی تریخ ناولوں کی طرح مضحکہ آمیز اور جذبات انگیزیوں و آن بان سے بھری ہوئی ہے تو کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی مگر اب بشامت اعمال سے بگڑی ہوئی قوم کو پھر اس کی اسی اوج پر جو اس کے بانی کے معہود فی الذہن تھی اور جسے وہ پیار سے اپنی امت کہا کرتا تھا یہ مخلص مصلح پھر راہ پر لا سکینگے اور کیا یہی ہیں جو آج ابوبکر و عمر کا پرور بنگلہ ہمارا کھویا ہوا اور چھینا ہوا مال ہمیں واپس دلادیں گے۔

افسوس یہ باتیں بہت جلد لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ مذاق بگڑے ہوئے ہیں اور تجملیں میدانوں میں ترکتاز کررہی ہیں مگر وہ وقت دور نہیں کہ ان گلٹ کی چیزوں اور جرمن سلوروں اور اس زور اور دجل سے سعید طبیعتیں بیزار ہوجائیں گی اور بہت سی سعادتمند سچی اور زندہ حقیقت کو پہچان لیں گے اور اس ہستی کی اتنی ہی قدر اور عزت ہوگی جتنی اب بے عزتی ہورہی ہے۔ تھوڑے دن ہوئے ہیں ایک انجمن میں بہت سے لفاظوں نے اس مضمون پر طبع آزمائی کی اور زور الفاظ سے ثابت کیا کہ دین و دنیا دو متغایر چیزیں نہیں بلکہ ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ مگر افسوس کسی نے اپنے تئیں بطور نمونہ کے پیش نہیں کیا اور دعوی اور تحدی سے یہ نہ کہا کہ ان دو ضدوں کا جامع خود ہمارا وجود ہے اور ہمارا ایمان اور مسلم ایمان اور عمل اور مسلم عمل عالم کے روبرو بطور اسوۂ حسنہ کے ہے۔ اگر یہ مسئلہ پہلے گورکھ دھندا تھا اور پرانے مسلمان اس راز کی کلید اپنے پاس نہ رکھتے تھے اور اس لئے جہالت اور ذلت کی پستی میں اوندھے گرے ہوئے تھے تو اب ہمیں زندہ نمونے دیکھ لیں ہم ایک ہی وقت میں دیندار متبع سنت ہیں اور معاً پورے معنوں میں دنیادار بھی ہیں۔ اور اس ثبوت کی ضرورت بھی تھی اور بڑا لطیف اور موزوں موقعہ قوم کی سچی اصلاح اور ارشاد کا پیدا بھی ہوگیا تھا اور ہمارا ایک لسان لفاظ نے یہی کہا کہ دیکھو صحابہ نے دنیا بھی پوری پوری کمائی اور دین کو نہ چھوڑا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی نظیر پیش کرنے سے آخر ان لفاظوں کا اور کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ ضمناً اپنے تئیں ان کے نمونے یا ان اسلاف کے اخلاف ٹھہراتے ہیں اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ دین و دنیا کے توافق اور مصالحت کا مسئلہ خیالی مسئلہ نہیں بلکہ عملی مسئلہ ہے اور جیسے اس سے قبل ایک قوم نے عملی صورت میں اسے دکھایا ہم بھی دکھاتے ہیں یا کم سے کم یہ کہ ہمیں بھی دکھانا چاہئیے۔

یہ بیدادگر معندی زبان کی قوت اور تحریر کے زور سے یہ دکھاتے اور ثابت کرتے ہیں کہ لفظ دنیا اور دین کا یہی سچا مفہوم تھا جو انھوں نے سمجھا اور جو ان کے طریق عمل سے ظاہر ہے اور اسوقت قوم کی زندگی اور ترقی کا سارا مدار ان ہی کا قابل اقتدا نمونہ ہے۔

اگر ان لوگوں کی ضمیریں اغراض اور جذبات کی وجہ سے مرگئی ہیں تو اور کوئی خدا ترس دل ہی سوچے اور بتائے کہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اسی قسم اور ہیئت کا دین اختیار کر رکھا تھا جو ان مصلحوں نے اختیار کر رکھا ہے اور کیا ان کی کوششیں ایسی ہی دنیا کے کمانے اور اسی طرح کمانے اور ان مستلذات اور شہوات سے اسی طرح متمتع ہونے میں منہمک تھیں۔ اور کیا وہ دین اور ملت اور دین کے اتحاد اور اتفاق کے لئے اسی طرح صرف اسمار پر کفایت اور قناعت کرتے تھے اور بڑی لذت اور خوشی سے اسی کو کافی سمجھتے تھے کہ

ذکاء الدین اور اقبال الدین اور مہدی الدین اور عبد القدیر اور شہنشاہ الدین اور نذیر محمد وغیرہم نام ہوں باقی اعمال اور افعال سے کوئی پرسش اور حساب کتاب نہیں۔ اور کیا فرنگیوں کی طرح ان کی بھی یہی چال تھی کہ کسی کے مذہب میں مداخلت کرنا اور کسی کے اعمال اور افعال سے تعرض کرنا حرام ہے اور سوسائٹی کی نگہداشت کے لئے ضروری ہے کہ امر معروف اور نہی منکر کا باب قطعاً مسدود کر ڈالا جائے اگر کوئی ادبار اور شقاوت ازلی کی وجہ سے فلسفی یا دہریہ ہے تو بلا سے۔ اگر امام الحیات سے فعل شنیع کا ارتکاب کر کے سٹیج پر قومی ترقی اور اخلاق پر لکچر دے رہا ہے تو مضائقہ نہیں۔ اگر کوئی صاف لفظوں میں نماز کو وحشیانہ حرکت اور شعائر اللہ کو جاہلیت کے وقتوں کے مشغلے کہتا ہے تو کچھ پروا نہیں۔ نام مسلمان کا ہو اور ایسوسی ایشن کا ممبر ہو۔ بس اتنا کافی ہے اور قوم بننے کے لئے اور مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عزت اور شوکت واپس لے لینے کے لئے یہی کارآمد تدبیر ہے۔

صحابہ کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے اعمال صاف بتا رہے ہیں کہ اس جیفہ متعفنہ پر وہ کبھی سرنگوں نہیں ہوئے اور ان کے مقاصد میں ان معنوں میں اور اس شکل کی دنیا کا حاصل کرنا کبھی داخل نہ تھا۔ ان کے ایک ایک عمل اور قدم سے پایا جاتا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرتے اور دین میں ہو کر دین کی اشاعت و ابقا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ساری کوشش مبذول فرماتے تھے۔ ان کی بزم آرائیوں اور رزم پیرائیوں اور خلوت گاہوں میں۔ عسر میں۔ یسر میں غرض زندگی کی ہر حالت میں دین ہی کے جوہر نظر آتے ہیں۔ ورنہ ان سب فتوحات کے بعد جبکہ قیصر و کسریٰ کے تختوں کو فرش خاک کی برابر کر دیا تھا اور متکبر متمولوں کے خزانے ان کے پاؤں کے آگے ڈھیر ہو گئے تھے غرض پوری شادکامی کے بعد کس چیز نے ان کو سچی معصومیت اور سادگی پر قائم رکھا۔ ممکن تھا بلکہ حق تھا کہ شرابیں پیتے۔ تھیٹر بناتے۔ ناچ گھر قائم کرتے۔ لان ٹینس اور کرکٹ کے لئے ٹیمیں بناتی اور یورپین پر بہار زندگی کے پہلے نمونے بنتے اور اس وقت کی مقلد یورپ نسل کے لئے اس مادہ میں بھی قابل فخر پیشوا ٹھہرتے۔ اگر آج کل کے مصلحوں اور لفاظ لکچراروں کے نزدیک وہ زاہد خشک تھے اور تقشف اور تارک وقتوں کے میلان نے انھیں خوشنما زندگی بسر کرنے سے روکا اور سادہ بدوی عادتیں ان پر غالب رہیں اور یہ زہد اور تورّع ان کی اسلام کا سچا مفہوم سمجھ لینے اور اپنے نبی متبوع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالطرف اقتدا کی بناء پر نہ تھا بلکہ رہبانیت ممنوعہ کی پابندی سے پیدا ہوا تھا تو کیوں آج کسی مسئلہ کی گرم بازاری اور سٹیج کی زینت کے لئے ان کو قوم کے سامنے کھڑا کیا جاتا ہے اور لکچرار اور مصلحان قوم اپنے ذہن میں کیا ٹھہراتے اور ان کے ایمان اور کانشنس ان کو اندر ہی اندر کیا گدگدی کرتے ہیں کہ کس نیت اور کس غرض سے ان کو اس وقت کی اصلاح کے لئے بطور نمونہ کے پیش کیا جائے۔

ایک طرف ان مصلحوں کے بادا آدم صاحب بڑے جوش اور پورے خلوص سے فرماتے ہیں کہ یورپ ہی تمھارے اوپر اور یورپ ہی تمھاری نیچے ہو اور یورپ ہی دائیں ہو اور یورپ ہی بائیں ہو غرض تم سارے کے سارے یورپ بن جاؤ تو تب قوم اور مہذب اور خوش حال قوم ہو گے پھر کچھ سوچ کر تدارک فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اتنا فرق ضرور ہو کہ دل میں تمھارے مسلمانی اور اسلام ہو۔ تعجب اور غضب کی بات ہے کہ عملی زندگی اور مرئی اور محسوس اور محبوب زندگی کے سارے خانوں پر تو یورپ نے قبضہ کر لیا وہ دل کونسا خانہ ہے جو ان سب بردوں سے محفوظ رہ کر اسلام کے لئے خالی رہا۔ افسوس جیفہ دنیا پر مرمٹی ہوئی اور کٹ مرنے والی قوم کی عیاشانہ اور کامیاب زندگی کے چمک دمک نے اس بوڑھے مصلح کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا اور مسلمانوں کی رفتار کے لئے اس نے وہی لائن نکالی ہے، جو زندہ خدا سے قطعاً غافل یا مردہ خدا کی پرستار قوم نے تیار کی تھی۔ اس راہ کے تیار کرنے کے بعد نتائج اور اعقاب کے لحاظ سے جو نامرادی اور تلخ کامی اسے پیش آئی وہ کافی عبرت اور خون رلا دینے والا سبق تھی ان پچھلے لفاظوں کے لئے جو اس کی ہم آہنگی کو فخر سے دیکھتے اور اس کی راہ پر چلتے اور چلانا چاہتے ہیں۔

متکلمین اپنے اصول کے اثبات اور دلائل کے لئے شواہد اور مابہ الاستظہار پیش نظر رکھ لیتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں وکیل نذیر احمد صاحب نے اور ان کے امثال دوسرے متکلموں نے دین و دنیا کے توافق کے مسئلہ کے لئے کونسی علمی سند پیش نظر رکھی ہے۔ اگر صحابہ کی نظیر پیش کر کے کامیاب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ بات سراسر غلط ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ مغالطہ کھاتے ہیں اور دوسروں کو دیتے ہیں اس لئے کہ وہ لوگ قطعاً ان کے ڈھب کے لوگ نہ تھے وہ تو ان کی سچی ضمیر کی آواز کے مطابق تاریک زمانوں کے نیم مہذب لوگ تھے۔ اور ان کا طرز عمل کسی صورت میں بھی ان کے خیالات اور حالات کے قالب میں ڈھل نہیں سکتا۔ اگر ان کو ایک لحظہ کے لئے بھی ان کی طرز زندگی کے اتباع پر مجبور کیا جائے تو نفریں کرتے ہوئے بھاگ جائیں۔ اور اگر ان کے ذہنوں میں یورپ اور اس کی کامیابی ہے تو اور بھی

سخت افسوس کی جگہ ہے۔ یورپین ایک قوم ہے جنکا قبلۂ ہمت محض مردار دنیا ہے۔ یہ ناپاک اور نجس دنیا کو اپنی ساری جان اور سارے دل اور ساری قوتوں سے اُسی طرح پوجتے ہیں جسطرح راستبازوں نے خدائے ذوالجلال کی پرستش کی۔ ان کے دن کے اطراف اور رات کی گھڑیاں اسی فکر میں مصروف رہتی ہیں کہ کیونکر اتنی دنیا مل جائے کہ ان کی دو شہوتوں شہوت بطن اور شہوت فرج کے مقاصد کو پوری کرسکے۔ انھوں نے اس ناپاک چیز کی گرد آوری کے لئے اُن اسباب سے بھی متمسک کرنا کبھی عار اور گناہ نہیں سمجھا جنھیں خدا کے تمام قدوسی اور پاک صحیفے حرام قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مذہب کو پالٹکس سے بالکل الگ کر دیا یا یوں کہو کہ اس مصری عورت کی طرح جس نے خدا کے ایک صدیق سے ناجائز حرکت کا ارادہ کرتے وقت اپنے بُت پر چادر ڈال دی تھی کہ وہ اس کی بیحیائی پر جو اضطراراً اُس سے سرزد ہوگی مطلع نہ ہو ان لوگوں نے سفلی اور مادی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے مذہب کو اصلاً ان امور سے بے تعلق کر دیا جن کو اُن جذبات کے استیفا کے اسباب کا حاصل ہونا ممکن تھا۔ اور اگر یہی نمونے اُن کے ذہن میں ہیں او واقعی یہی ہیں اور وہ ان ہی یورپین نمونوں کی شکلوں میں یہ دکھانا چاہتے ہیں اور ثابت شدہ حقیقت کی طرح قوم کو بتاتے ہیں کہ دین و دنیا د . . . . . دو متغایر چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہیں اور ایک ہی وقت میں ایک شخص میں یہ دو چیزیں جمع ہو سکتی ہیں۔ یعنی ایک قوم دیندار اور دنیادار ایک ہی وقت میں ہو سکتی ہے چنانچہ یورپینوں کو دیکھلو کہ کیسی پاکباز متقی۔ تقوی طہارت اور خدا ترسی اور اتباع سنن انبیا میں قابل اقتدا ہونے اور منعم علیہم کے سچے وارث اور مغضوب علیہم اور ضالین کی راہوں سے صاف بچے ہوئے اور ہر حال میں سچے پابند شرع اور مسلمانوں کے لئے پیروی کے قابل ہونے ہیں۔ اور اہل یورپ نے دین و دنیا کو کیسا نباہا اور کس طرح ان دو ضدوں کو جمع کر کے دکھلایا ہے اب اسلام اور مسلمان اسی صورت میں بچ سکتے اور صفحہ روزگار پر یادگار رہ سکتے ہیں کہ ان ہی کیسی دنیا اور ان ہی کا سا دین اختیار کریں اور یوں خوش حال اور مہذب زندگی بسر کریں۔

پھر میں **وکیل نذیر احمد صاحب** سے جو مہذب کالج کے بغل پروردہ بچہ ہیں اور اس کے فیض تعلیم سے پاک منطق کی شکلوں سے خدا کے سلسلہ کے ابطال کیلئے خوب نتائج نکالتے ہیں صاف دل مستفسر کی طرح درخواست کرتا ہوں کہ آپ نے اس **تھیوری** کو پرکٹیکل دکھانے اور ثابت کرنے کے لئے کس نمونہ کو پیش نظر رکھا ہے اور اپنے عزیز بھائی اور قوم کو کس قوم جیسے دین و دنیا کے حاصل کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اور خود آپ کے زندہ اور روشن ایمان اور مبارک عمل نے آپ کو یقین دلایا ہے کہ آپ نے اپنی ذات میں (کسی حد تک ہی) دین و دنیا کو جمع کر لیا ہے اور اب آپ اپنے خاندان کے نونہالوں نوجوانوں کے لئے اس امر میں زندہ نمونہ ٹھہر گئے ہیں۔ آپ کے نزدیک کس قوم نے دکھایا اور کسطرح دکھایا کہ دین و دنیا دو متغایر اور متخالف چیزیں نہیں اور وہ عملاً جمع ہو سکتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے یا انگریزوں نے۔ اور آپ اس ہنگامہ عالم کے عظیم الشان کالج کے قابل اور لائق پرنسپل کیطرح کس قوم کے سچے اور پورے چال چلن سے مسلمانوں کے لئے تعلیمی کورس تیار کرنا چاہتے ہیں۔ آپ بڑی خوشی سے اپنی اس چٹھی میں فرماتے ہیں کہ قومی ترقی کی ایک ہی سبیل ہے جو مصلحان قوم نے باہمی مشورہ سے تیار کی ہے یعنی تعلیم اور انھوں نے سمجھا ہے کہ تعلیمی افلاس ہی مسلمانوں کی تباہی کی بنیاد ہے۔ اور اس سبیل کے مقابل اور اس کی خوبی کے زعم میں آپ خدائے قدوس حکیم کے بزرگ سلسلہ اور راستبازی اور اسلام کو قائم کرنے والے مرسل مامور کے وجود کو بے مصرف سمجھتے ہیں۔ مگر میں خوب جانتا ہوں کہ آپ ہنوز سادہ نوجوان ہیں۔ زندگی کے بڑے بھاری حصہ کو پر فتنہ اور دین بر رہزن جگہ میں کاٹنے کے بعد معًا اُس سے بھی زیادہ پر شغب اور پر امتحان زندگی کے مشغلوں میں پھنس گئے۔ اس لئے بہت کم موقعہ آپ کو ملا کہ آپ سچی نجات اور راستی کی تلاش کر سکتے۔

بہر حال آپ کے زعم میں وہ کونسی مصلحان قوم ہیں اور قوم کی اصلاح کے لئے انھوں نے عملی رنگ میں کیا کر دکھایا ہے۔ پھر میں صاف لفظوں میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ وہ کس قسم کی قوم مسلمانوں کو بنانا چاہتے ہیں اور دین و دنیا کی توفیق و تطبیق کے لئے کونسی راہ اُن کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہی صحابہ اور سلف صالحین کی یا فرنگیوں کی یا ان دونوں قوموں کی اصولوں سے ملی جلی۔ اور ان کے تعلیمی کورس نے کونسی قوم بھی تیار کرلی ہے اور وہ کس رنگ اور وضع کی قوم ہے۔ صحابہ کی وضع کی یا فرنگیوں کے وضع کی۔ اور کیا اُس شجرہ طیبہ کی ہی شاخیں ہیں

محدث بنگ من البوسی الستین ۔ وہ اس کے بانی اور اس کی مثل یا وہ کوئی اور صحابہ کی مثال قوم ہے کہ جہاں کسی اور یورپ کے ملک میں جا نکلے بزرگ اسلاف کی طرح اپنے پاک نمونہ سے ہزاروں دلوں کو اسلام کی طرف کھینچ لیں گے ۔ میں بار دیگر سوز دل اور سچی نصح سے آپ کو آگاہ کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ سید مرحوم نے قومی ترقی کے سکیم تیار کرنے میں سخت غلطی کھائی ۔ اُن کے آبجیکٹ لسٹ کا مادہ یورپ کی سیرت و شمائل تھا ۔ مرض قوم کی تشخیص کے بعد ایک نتیجہ پر پہنچکر انھوں نے بدقسمتی سے قوم کے علاج کے لئے یورپ کی سیرت کے مطب سے نسخہ مانگا اور بلا تبدیل اس کے وہی اجزا قائم رکھے جو یورپ کے منکران خدا دنیا پرست طبیبوں نے یورپ کے مزاج کے مناسب تجویز کئے تھے ۔ پھر اس مکروہ نسخہ کے قوم کے گلے سے نیچے اتارنے کے لئے ایسی ایسی فریب باتیں ایجاد کیں جو نفس اجزائے نسخہ سے مہلک تر تھیں ۔ مادہ تو قدرتی طور پر پہلے تیار ہی ہو چکا تھا اور خود ایک رو بدنیا یات دنیا کی سچی پرستار قوم کی حکومت کی پر شوکت روشنی طبائع کو تقلید کیطرف بلا رہی تھی ۔ آپ نے سمند ناز کو ایک اور تازیانہ لگایا اور واعظ ناصح بنکر قوم سے خطاب کرنا شروع کیا کہ لوگو تم ہلاک ہوتے ہو اور عنقریب حرف غلط کی طرح مٹائے جاؤ گے یا مٹ جاؤ گے اگر میری نصیحت پر عمل نہ کرو گے ۔ وہ میری خدا اور رسول اور خلق کے لئے نصیحت یہ ہے کہ یورپ تمھارے اوپر اور یورپ تمھارے نیچے ہو دائیں بھی یورپ ہو اور بائیں بھی یورپ ہو گویا ہمہ تن یورپ اسی یورپ بن جاؤ ہاں اسلام کو دل میں باقی رکھو ۔ مسلمانوں میں قرآن کریم کے چھوٹ جانے اور تقویٰ اور طہارت کے جاتے رہنے سے مادہ پرستی اور حب دنیا کی زہر اضطرارًا اثر کر ہی رہی تھی اسپر آپ کی مذہبی تحریروں نے اور بھی سوہاگے پر سونے کا کام کیا ۔ بیباکانہ زندگی اور ناجائز حریت اور نیچریزم کو آپ کی تحریروں سے تقویت اور سند مل گئی ۔ بدقسمت سامعین اصلی یورپین تو کیا بن سکتے تھے اچھے نقلی مسخرے یورپین بنگئے اور آدم اول والا وہی زہریلا سانپ طاؤس بنکر اس طرح اُن کے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں جلوہ آرا ہوا کہ اسی کے ہو گئے اور ناصح کی اس آواز کو جو اوپری بچہ کیطرح اس کی نصیحت سے چھپی ہوئی تھی بھول گئے اور اس کے بھلا دینے میں وہ درحقیقت معذور تھے اس لئے کہ ناصح کی وہ آواز دل کی پوری قوت کی شرکت اور عقد ہمت کا نتیجہ نہ تھی ۔ اور نہ اس کی تزئین اور تائید اور تقویت کے لئے ناصح مشفق نے قول اور عمل سے وہ سامان بہم پہونچائے تھے جو وعظ کے پہلے مقصود بالذات حصہ کی تائید و ترویج میں مہیا کئے تھے ۔

حق تو یہ ہے کہ یا تو یہ آپکے مصلح صاف صاف فیصلہ کر دیں کہ یہ صفات جو مسلمانوں کی قرآن کریم میں مذکور ہوئی ہیں ۔ کہ خدا کی تحمید و تسبیح سے رات دن اُن کی میں تھکتے نہیں ۔ نمازوں کو درست رکھتے ہیں ۔ زنا سے بلکہ آنکھ کی چوری یعنی بد نظری سے بھی بچتے ہیں ۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجا لاتے ہیں ۔ حرامکاری کے گرد نہیں جاتے ۔ ایسی مجلسوں میں جہاں خدا کے جلال اور عظمت کا مذکور نہ ہو حاضر نہیں ہوتے ۔ وہ ان مجلسوں سے کنارہ کرتے ہیں جہاں خدا کے نشانوں اور حکموں کی توہین ہوتی ہے ۔ وہ مقام الرب سے ڈرتے ہیں اور قیامت اور عقاب الٰہی کا ہول ان کے دل پر مستولی رہتا ہے ۔ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں ۔ خدا کی آیات کو سنکر منہ کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور خدا کے تمام وعدوں کی تصدیق کرتے ہیں اور امر الٰہی کی اطاعت میں اپنے ارادے اور ہوا اور جذبات کی کینچلی اُتار پھینکتے ہیں ۔ اس دنیا کی زندگی کو کھیل اور تماشا اور فانی اور ایک سرائے کی طرح یقین کرتے ہیں اور آخرت کو ہی دار الحیات سمجھتے ہیں ۔ اور آمادہ رہتے ہیں کہ اس پل سے جلد گذر کر حقیقی مقصود کو پالیں ۔ وہ چارپایوں کی طرح فرج اور بطن کی شہوت کے بندے نہیں ہوتے ۔ وہ صائم اور قانت اور صادق اور مصدق اور خاشع اور خاشی ہوتے ہیں ۔ غرض یا تو یہ مصلح علانیہ کہدیں کہ یہ باتیں پہلی زمانوں کے حسب حال تھیں یا سادہ دلوں کے لئے خوب دل خوش کن مشغلہ اور حال تھیں اب اس زمانہ میں جبکہ گریجوایٹ بننا ضروری ہے اور اس کے لئے خوفناک محنت اور ساری فرصت جتنی نیچر کے تقاضاؤں سے بزور غصب کر کے مل سکتی ہے درکار ہے اور پھر کمپٹیشن کی بلا سر پر ۔ اور کبھی سول سروس کے لئے تیاری کرنا لازمی ہے اور دنیا کمانے یا معزز مکرم بننے کے لئے کیا کیا بکھیڑے کرنے پڑتے ہیں اور یہی مقصود بالذات ہیں غرض اس زمانہ کے مناسب حال یہ تعبدات اور دین نہیں ۔ اور مشکل ہے کہ ان گھاٹیوں سے ہی بسلامت اور کامیاب اُتریں اور دین کو بھی کندھے پر اُٹھا رکھیں ۔ خدا کی محبت میں سینہ بریاں اور چشم گریاں رہنا اور

تہجدات اور نوافل میں اوقات کو تضرع اور ابتہال کی دعاؤں سے معمور کرنا یہ تو بڑی بات ہے جو اُس شوخ اور بیباک اور آزاد اور چلبلی طبیعت سے کوسوں دور پڑی ہوئی یا جا پڑی ہی ہو جو ان دنوں حکومت کے اثر اور یورپ کی تقلید اور بے قید تعلیم کی وجہ سے نوجوانوں کو ملی ہے ظاہری فرضوں کو بھی مقبوضہ اوقات سے کوئی وقت دینا سخت گراں ہے۔ یہ مصلح دبی زبان سے اور علانیہ اپنے عملی نمونوں سے تو دکھاتے اور بتاتے ہیں کہ اسلام کے شعائر کی پابندی قومی ترقی یا یورپین مشرب کی ترقی کی راہ میں سخت روک ہے اور بعضوں کو بڑے جوش سے کہنا پڑا کہ عربی زبان کی تعلیم و تعلم سے اسوقت مسلمانوں کا وقت اور روپیہ وقت ضائع ہوتا ہے جو مغربی تعلیم کے حصول میں بالمرہ مصروف ہونا چاہئے تھا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ کیوں یہ مصلح ایک طرف نہیں ہو جاتے اور ایک خوش قسمت با دیانت تعداد ضروران کا ساتھ دے گی جن کے دلوں میں اُس جنس کا مادہ خمیر کیا گیا ہے۔ یہ کیسا مسخراپن ہے کہ ساتھ ساتھ اسلام کو بھی رکھا جانا اور صحابہ کے نمونوں کی طرف بھی بلایا جاتا ہے۔ کیا انسان کی فطرۃ ایسی بنائی گئی ہے۔ یہ لوگ تو رموز نیچر کے عرفان کا سب سے زیادہ دعویٰ کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کیا انسان میں ایسے قوے رکھے گئے ہیں کہ سادگی اور پوری غفلت کی حالت میں شیطان کی ساری زینت اور مزخرفات اُس کے آگے جلوہ گری جائیں اور پھر اُسے کہا جائے اور یوں ہی منکر اگر اور پیارے دلاسے سے اور ایسی ادا سے جس میں زجر اور منع کی کوئی تیوری اور خشمناکی کی کوئی وضع ملی ہوئی نہ ہو کہ دیکھنا ان محسوس لذیذ اور مالوف مزوں میں پڑکر اُس غیر مرئی غیر مالوف۔ غیر مشاد اور غیب الغیب شے خدا یا اسلام کو بھول نہ جانا۔ اسی کے ہم پلہ ہے سید صاحب کا وہ فرمانا کہ ہمہ تن یورپ بنجاؤ مگر اسلام کو باقی رکھو میں پوری قوت اور کامل بصیرت سے پکار کر کہتا ہوں کہ

یورپین مفہوم کی دنیا اور دین اور اسلام دو متغائر چیزیں اور دو سخت ضدیں اور دو طبعی اور فطری دشمن ہیں جن کا اجتماع قیامت تک محال ہے۔

اور حضرت سلیمان کے محکمہ عدالت کے اُن دو فریقوں کی طرح ایک آیا اور دوسرا رفو چکر ہوا۔ ممکن نہیں کہ ایک وقت میں دونوں ایک جگہ اکٹھے ہوں۔ وہ دنیا جو دین سے متفق یا منقلب ہوکر آخر دین ہی بن جاتی ہے وہ وہی دنیا ہے جسے سچے راست بازوں نے یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی صورت عمل نے دکھایا۔ اُنھوں نے دنیا کو دین کا خادم بنا رکھا تھا۔ اُن کا اصول تھا دین کو دنیا پر ہر حال میں مقدم رکھنا۔ اس لئے خدائے علیم نے اُن کی نسبت کہا کہ ان میرے بندوں پر شیطان کا غلبہ نہیں اور ان کے امثال بھی ہمیشہ شیطان کی غلامی سے آزاد رہیں گے۔ جھوٹا ہے جس نے کہا اور غلط ہے جو کچھ کہا

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

کسی بیباک رند اور فاسق بے قید کا یہ شعر ہے جس نے خدائے قدوس حکیم کی صفات کو نہیں سمجھا اور نہ ہی جذبات اور شہوات کی قید سے آزاد اور تقوی طہارت سکھانے والی شریعت کی پابندی کو گراں خیال کیا اور مغالطۃ النفس کے طور پر اپنے نفس خروں کے لئے دل ہلانے والا عذر تراش لیا۔

قرآن کریم کو دیکھتے ہو حلال اور حرام اور امر اور نہی اور منجیات اور مہلکات کے سب اسباب اس میں بیان ہوئے ہیں۔ اور اس کتاب نے دعوی کیا ہے کہ اس کی ساری تعلیم عمل میں آجانے کے قابل تعلیم ہے۔ خیالی اور ناقابل عمل نہیں۔ پھر ایک قوم کو اپنی تعلیم و تربیت سے اُس نے تیار کرکے بطور نمونہ کے پیش کیا۔ اُس قوم نے امتحان میں بڑے نمبر لیے اور تعریف کے ساتھ پاس ہونے کی سند ان کو ان لفظوں میں ملی رضی اللّٰہُ عَنہُم وَرَضُوا عَنہُ اُنھوں نے سمجھا کہ دنیا خدا کی مختلف صفتوں کا منظر ہے اور ضرور ہے کہ مختلف صفات کے مظاہر اور مجالی اس بڑے ہنگامہ ہستی میں ہوں۔ ضرور ہے کہ اس میں سانپ اور بچھو اور گرگ و پلنگ بھی ہوں۔ زہریلی جڑی بوٹیاں اور کانٹے بھی ہوں اور لذیذ شہد اور مقوی ثمر اور فواکہ بھی ہوں۔ اُن کے سامنے معضوب علیھم اور ضالین اور منعم علیھم کی راہیں واضح کی گئیں۔ وہ خدا کے فضل اور توفیق یعنی قرآن کریم کی دستگیری سے تمام مہلکات سے بچے اور ہر قسم کے انعام کے مورد ہوئے اگر وہ شعر صحیح ہے تو امر و نہی اور ابتلائے الٰہی باطل ہے۔ مگر اس سے زیادہ خدا کی کتاب کی تعلیم کی حقیقت اور صداقت کی اور کونسی